نصرۃ میگزین شمارہ ۳۹

نومبر / دسمبر ۲۰۱۷ بمطابق

صفر / ربیع الاول ۱۴۳۹ ہجری

نُصرۃ

میگزین

عطاء بن خلیل ابو الرشتہ

(امیر حزب التحریر)

تفسیر سورۃ البقرۃ آیت ۱۶۷-۱۶۵

اِس کمزور قیادت سے جان چھڑاؤ جو امریکہ سے اتحاد کرتی ہے!

حزب التحریر ولایہ پاکستان

میانمار کے قصائیوں کے خلاف

عملی اقدامات کی دعوت دیتی ہے

محمد ﷺ کی پیاری امت کی فکر کرنا

اسلامی ریاست کی غیر موجودگی میں زکوۃ کیسے ادا کی جائے؟

جمہوری نظام کرپشن کے خاتمے میں ناکام

نصرة میگزین

ستمبر/اکتوبر 2017 بمطابق ذی الحج/محرم 39-1438 ہجری

اس شمارے میں

وہ آقاہیں دوست نہیں-خلافت چاہیے دشمنوں سے اتحاد نہیں	اداریہ	1
تفسیر سورۃ البقرۃ 165-167	شیخ عطاء بن خلیل ابوالرشتہ	2
رسول اللہ ﷺ کی پیاری امت کی فکر اور خیال رکھنا	مصعب عمیر	5
پاکستان کا جمہوری نظام حکمرانوں کی کرپشن کے خاتمے میں ناکام کیوں ہے	عثمان عادل	8
خلافت اور مہدی	عبدالمؤمن الزیلعی	16
اس کمزور قیادت سے جان چھڑاؤ جو امریکہ سے اتحاد میں عزت تلاش کرتی ہے	حزب التحریر ولایہ پاکستان	21
شام لے لوگوں کو جھکانے میں ناکامی پر امریکہ اور اس کے اتحادی پاگل ہو گئے ہیں	حزب التحریر	23
سیکولر ریاست امریکہ کا اہم اسٹریٹیجک مفاد ہے	انجینئر معیز	26
سرمایہ داریت دہشت گردی اور قتل عام کی حوصلہ افزائی کرتی ہے	سعد جگرانوی	31
واقع کربلا پر صحیح نقطہ نظر اور اس سے حاصل ہونے والا سبق	عثمان عادل	33
قرآن پاک میں سائنسی معجزے	سوال وجواب	34
اسلامی ریاست کی غیر موجودگی میں زکوۃ کسے ادا کی جائے	سوال وجواب	37
امریکہ کی افغانستان میں حکمت عملی	سوال وجواب	38
حزب التحریر ولایہ پاکستان میانمار کے قصائیوں کے خلاف عملی اقدامات کی دعوت دیتی ہے	میڈیا آفس ولایہ پاکستان	43
روہنگیا مسلمانوں کے لیے مظاہرے	میڈیا آفس ولایہ پاکستان	44

اداریہ: وہ آقا ہیں دوست نہیں۔ خلافت چاہیے دشمنوں سے اتحاد نہیں

کسی بھی عالمی طاقت یا بڑی طاقت کے ساتھ ہمارا اتحاد یقینی طور پر ہماری صورتحال کو مزید خراب اور ہمارے لیے مایوسی کا باعث بنتا ہے۔ امریکہ کے ساتھ اپنے مضبوط اتحاد کی موجودگی میں ہی جنرل ایوب خان نے یہ مشہور جملہ کہا تھا، "دوست چاہتے ہیں آقا نہیں"۔ لیکن ان اتحادوں کے ذریعے دوست بنانے اور انصاف اور برابری کی توقع کرنا ایک بے وقوفانہ سوچ ہے۔

یہ اتحاد چھوٹے یا کمزور ممالک کی قیمت پر بڑی طاقت کو مزید طاقتور بنانے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ اس کی مثال بھارت کا بنگلادیش اور سری لنکا کے ساتھ اتحاد ہے۔ اگر بھارت کے ساتھ نارملائزیشن کا عمل اپنے منطقی انجام تک پہنچتا ہے تو پاکستان کا حال بھی بنگلادیش اور سری لنکا سے مختلف نہیں ہو گا۔ بھارت ہمیشہ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر اپنی طاقت اور اثرورسوخ میں مزید اضافہ کرے گا۔ اگر بھارت سے بھی زیادہ بڑی طاقت یعنی امریکہ یا روس یا چین، کے ساتھ پاکستان اتحاد بناتا ہے تو پھر کیا صورتحال ہو گی؟

امریکہ کے ساتھ اتحاد سے حاصل ہونے والے نتائج سے بہت سے اہم اور تلخ سبق حاصل ہوتے ہیں۔ ہماری تاریخ کے اہم اور نازک مواقعوں پر واشنگٹن نے ہمیں بار بار چھوڑا ہے، جس میں سے ایک اہم موقع پر پاکستان دولخت ہو گیا تھا۔ واشنگٹن نے اپنے مفادات کے حصول کو یقینی بنانے کے لیے بار بار پاکستان کو استعمال کیا جس کی وجہ سے پاکستان کو عظیم نقصانات برداشت کرنے پڑے۔ فوجی لحاظ سے امریکہ نے افغانستان سے سوویت رشیا کے قبضے کو ختم کرنے کے لیے ہماری انٹیلی جنس کو استعمال کیا۔ اور حالیہ عرصے میں افغانستان پر قبضہ کرنے کے لیے امریکہ نے ہمارے فوجی اثاثوں کو استعمال کیا۔ پھر اس نے اپنی افواج کو افغان مزاحمت سے بچانے کے لیے ہماری افواج کو استعمال کیا۔ اور اب وہ ہماری انٹیلی جنس کو افغان مزاحمت کو مذاکرات کی میز پر بیٹھانے کے لیے استعمال کر رہا ہے تا کہ افغانستان میں اپنی موجودگی کو برقرار اور مستحکم بنانے کے لیے اپنی مرضی کا سیاسی حل قبول کروا سکے جو امریکہ بذات خود سولہ سال کی جنگ کے باوجود حاصل نہیں کر سکتا۔

> اصل "گیم چینجر" یہ ہے کہ دوسری ریاستوں کے ساتھ اتحاد کے تصور سے نکلا جائے اور اپنے معاملات کی باگ دوڑ اپنے ہاتھوں میں لے لیں

معاشی لحاظ سے امریکہ انٹرنیشنل مانیٹرنگ فنڈ (آئی ایم ایف)، عالمی بینک (ڈبلیو بی) اور امریکی دفتر خزانہ کے ذریعے اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ پاکستان کبھی بھی قرضوں کے بوجھ سے نکل نہ سکے بلکہ وہ بڑھتا ہی جائے۔ پاکستان قرضوں پر سود ادا کرتا ہے تا کہ وہ کبھی اصل قرضہ اتار ہی نہ سکے اور اسے قرضے اتارنے کے لیے مزید قرض لینا پڑتا ہے۔ پاکستان کو دیے جانے والے قرضوں کے ساتھ شرائط منسلک ہوتی ہیں جیسا کہ نجکاری جو ریاست کو توانائی، معدنیات، تعمیراتی شعبے اور ٹیلی مواصلات کے شعبوں سے حاصل ہونے والے ممکنہ بڑے محصولات سے محروم کر دیتی ہے۔ پھر ٹیکس کو اس حد تک بڑھانے کی شرط لاگو کی جاتی ہے کہ مقامی صنعت اور زراعت مفلوج ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ ثقافتی لحاظ سے سے واشنگٹن ہماری اسلامی اقدار کو مٹانے کی مہم کی نگرانی کرتا ہے جو خلافت راشدہ کے وقت سے ہماری شناخت ہیں۔

جہاں تک چین کے ساتھ اتحاد کا تعلق ہے تو وہ کسی بھی لحاظ سے "گیم چینجر" نہیں ہے بلکہ وہ پہلے سے جاری گیم کا ہی ایک دوسرا روپ ہے۔ پہلے ہی چین ہمیں دیے جانے والے قرضوں سے سود حاصل کر رہا ہے، اہم وسائل کا مالک بن گیا ہے اور مقامی مصنوعات اور مزدوروں کی مارکیٹ میں اس کا اثرورسوخ بڑھتا جا رہا ہے۔

اصل "گیم چینجر" یہ ہے کہ دوسری ریاستوں کے ساتھ اتحاد کے تصور سے نکلا جائے چاہے وہ ریاست ہم سے کچھ ہی زیادہ مضبوط کیوں نہ ہو۔ ہمیں اس حقیقت سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی ضرورت ہے کہ موجودہ مسلم ممالک اپنی حقیقت میں ایک ہی امت کا حصہ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے امت کے لیے ایک ریاست قائم کی تھی جس کی ایک کرنسی، خزانہ اور فوج تھی۔ دنیا میں اس کے قیام کا ایک ہی مقصد تھا اور اس کے علاقوں کے درمیان کوئی سرحدیں نہیں تھیں۔ یہی خلافت راشدہ کی بنیادیں تھیں جو تین براعظموں تک وسعت اختیار کر گئی تھی۔ اور یہی بعد میں بھی خلافت کی بنیادیں رہیں جو چھ صدیوں تک دنیا کے سب بڑی اور طاقتور ریاست رہی۔ اب وقت آ گیا ہے کہ ہم اپنے معاملات کی باگ دوڑ اپنے ہاتھوں میں لے لیں اور اپنے آقا خود بن جائیں۔ یہ وقت کفار کے ساتھ اتحاد کرنے کا نہیں بلکہ خلافت کے دوبارہ قیام کا ہے۔

تفسیر سورۃ البقرۃ آیت 165-167

مشہور فقیہ اور رہنما، امیر حزب التحریر، شیخ عطاء بن خلیل ابورشتہ کی کتاب "**التیسیر فی اصول التفسیر**" سے اقتباس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(وَمِنْ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْدَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ وَلَوْ يَرَى الَّذِينَ ظَلَمُوا إِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ أَنَّ الْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا وَأَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعَذَابِ - إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتُّبِعُوا مِنْ الَّذِينَ اتَّبَعُوا وَرَأَوْا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمْ الأَسْبَابُ - وَقَالَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا لَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّأَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوا مِنَّا كَذَلِكَ يُرِيهِمْ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنْ النَّارِ)

"بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے شریک اوروں کو ٹھہرا کر ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی محبت اللہ سے ہونی چاہیے، اور ایمان والے اللہ کی محبت میں بہت سخت ہوتے ہیں، کاش کہ مشرک لوگ جانتے جبکہ اللہ کے عذاب کو دیکھ کر (جان لیں گے) کہ تمام طاقت اللہ ہی کی ہے اور اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔ جس وقت پیشوا لوگ اپنے تابعداروں سے بیزار ہو جائیں گے اور عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے اور کُل رشتے ناتے ٹوٹ جائیں گے۔ اور تابعدار لوگ کہنے لگیں گے کاش ہم دنیا کی طرف دوبارہ جائیں تو ہم بھی ان سے ایسے ہی بیزار ہو جائیں جیسے یہ ہم سے ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ انہیں ان کے اعمال دکھائے گا ان کو حسرت دلانے کو، یہ ہرگز جہنم سے نہ نکل سکیں گے"(البقرۃ:165-167)

ان آیاتِ کریمہ میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے:

1۔ یقیناً کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں اور انہیں اللہ کے برابر سمجھتے ہیں اور ان شرکاء کے ساتھ ان کی محبت اور لگاؤ ایسی ہے جیسے اللہ کے ساتھ محبت اور لگاؤ رکھنا چاہیے۔

> اگر یہ لوگ قیامت کے دن اس عذاب کی ہولناکیوں کو دیکھ لیں جو ان کے واسطے تیار کیا گیا ہے، تو اس وقت ان کو ہونے والی ندامت اور افسوس ایک ناقابل بیاں امر ہے۔

مگر ان کی محبت ہدایت پر مبنی نہیں، سو ان کی محبت اللہ کے ساتھ مؤمنوں کی محبت والے مقام تک نہیں پہنچ سکتی کیونکہ مؤمنین کی محبت کی بنیاد تقویٰ اور ایمان پر ہے ، پس مؤمنین کی اللہ کے ساتھ محبت شدید سے شدید تر اور نہایت قوی ہے جس سے ان کے قلب و دماغ سکون کی دولت پاتے ہیں اور جس کی وجہ سے انہیں جنت میں جانا نصیب ہوگا، ان کو اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے ، اللہ کی قلیل سی رضامندی تمام چیزوں سے بڑھ کر ہے۔ مگر جنہوں نے اللہ کے سوا کسی اور کو اللہ کی مثل مان لیا اور وہ ان کو اللہ کے برابر جانتے ہیں، سو قیامت میں ایسے لوگوں کا انجام (مؤمنوں کے برعکس) دردناک عذاب ہوگا، تب ان پر یہ حقیقت کھل جائے گی کہ اللہ ہی قوت و طاقت والا ہے، کسی اور کے پاس کوئی قوت نہیں اور یہ کہ وہ ظالموں کو سخت اور دردناک عذاب دے گا۔ نیز یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ جن اشیاء کو وہ اللہ کے برابر خیال کرتے تھے وہ تو مخلوقات ہی ہیں جن کی نہ کوئی قوت ہے نہ طاقت۔ یہی مضمون قرآن پاک میں ایک اور جگہ آیا ہے: **وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ آلِهَةً لَعَلَّهُمْ يُنصَرُونَ- لاَ يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُندٌ مُّحْضَرُونَ**"اور انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اس امید پر دوسرے رب بنا رکھے کہ انہیں (ان سے) مدد ملے۔ (حالانکہ) ان میں یہ طاقت ہی نہیں ہے کہ ان کی مدد کر سکیں بلکہ وہ ان کے لیے ایک ایسا (مخالف) لشکر بنیں گے جسے (قیامت میں ان کے سامنے) حاضر کر لیا جائے گا"(یٰس:74-75)۔

آیت میں لَو اور اِذ کے کلمات دونوں زمانہ ماضی کے ساتھ خاص ہیں، (یعنی اس کے بعد ماضی کا فعل ذکر کیا جاتا ہے) یہاں فعل مضارع کے ساتھ آئے ہیں تو اس کی وجہ بیک وقت دو چیزوں کو ثابت کرنا ہے:

فعل مضارع آئندہ زمانے پر دلالت کرے کیونکہ یہاں بات مستقبل میں وقوع پذیر ہونے والی قیامت کی ہو رہی ہے جہاں وہ چند حقائق کو اپنی آنکھوں کے سامنے پائیں گے۔ چونکہ یہ دونوں الفاظ اصل میں فعل ماضی کے ساتھ آتے ہیں، چنانچہ ماضی کا معنی بھی دے رہے ہیں، یعنی ان پر آنے والے مذکورہ بالا حالات کا وقوع اللہ کے علم میں اس طرح قطعی و یقینی ہے، گویا یہ

سب کچھ زمانہ ماضی میں ہو بھی چکا ہے اور اس کا قصہ تمام ہو چکا ہے۔

یہاں (لَو) کا جواب ذکر نہیں کیا گیا ہے یعنی اس کا جواب محذوف ہے، یہ اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لیے کہ واقع ہونے والے ان حالات کی ہولناکیوں کا کچھ نہ پوچھو، بیاں سے باہر ہیں۔ اب مطلب یہ ہوگا کہ اگر یہ لوگ قیامت کے دن اس عذاب کی ہولناکیوں کو دیکھ لیں جو ان کے واسطے تیار کیا گیا ہے، تو اس وقت ان کو ہونے والی ندامت اور افسوس ایک ناقابل بیاں امر ہے۔

آیات مذکورہ بالا میں (لَو) اور (اِذ) کا استعمال، پھر (لَو) کے جواب کو ذکر کیے بغیر چھوڑنا بلاغت و بیان کی قوت سے معمور اور فصاحت سے بھرپور انداز بیاں ہے۔ **تَنزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ** "حکیم و حمید ذات کی طرف سے نازل کیا گیا کلام ہے" (فصلت:42)

(**أَنَّ الْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا وَأَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعَذَابِ**) "تمام طاقت اللہ ہی کی ہے اور اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے" **أَنَّ الْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا** کے معنی ہیں ساری طاقت اللہ کو حاصل ہے، اس کے تحت **أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعَذَابِ** بھی داخل ہے جس کے معنی ہیں اللہ کا عذاب شدید ہے، گویا جب طاقت ساری کی ساری اللہ کو حاصل ہے تو سخت عذاب دینے کی قدرت بھی اسی کے پاس ہے، تو پھر اس کو ذکر کرنے کی کیا ضرورت اور ماقبل پر اس کے عطف میں کیا فائدہ ہے؟ اس کا فائدہ تھویلِ بیان ہے یعنی شان الٰہی کی عظمت بیان کرنے میں مبالغہ اور یہ کہ قیامت میں ان کو معافی نہیں دی جائے گی، پس دوسرے جملے کا ذکر کرنا ضروری تھا کیونکہ یہ قول کہ قوت ساری کی ساری اللہ کی ہے، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کو عذاب بھی سخت دیا جائے کیونکہ ممکن ہے اللہ سبحانہ کی طرف سے ان کی معافی ہو کہ باوجود قدرت کے ان کو عذاب ہی نہ ملے، چنانچہ اللہ سبحانہ نے (**وَأَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعَذَابِ**) کو ذکر فرما کر سابقہ جملے پر اس کا عطف کر دیا، تاکہ معلوم ہو کہ عذاب ان کو ہو کر رہے گا اور اللہ کی طرف سے ان کے لیے کسی بھی قسم کی معافی کی امید کا ازالہ کیا گیا۔

2- ان سخت ترین حالات، عذاب الیم اور حق جلّ وعلا کی قوت و سطوت کے مشاہدے سے ان پر چند اُمور کی حقیقتوں کا انکشاف ہو جائے گا۔

ا۔ وہ لوگ جنہوں نے اللہ کے علاوہ اپنے ہاتھوں کے تراشیدہ بتوں یا دیگر اشیاء کو اللہ کے برابر اور اس کی مثل قرار دے لیا تھا، اُس وقت ان کو بے حد حسرت و افسوس ہو گا جب وہ دیکھ لیں گے کہ آج کے دن ان کے شرکاء کلی طور پر عاجزی اور بے بسی کے پیکر بنے کھڑے ہیں۔

> **یہ آیات اللہ کی طرف سے ان لوگوں کے لیے ایک بیانیہ ہے جو دنیا میں کفر کے سرغنوں کے پیروکار بنتے ہیں**

ان کے پاس تو کوئی بھی قوت و اختیار نہیں اور یہ کہ وہ عذابِ الٰہی میں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔

ب- ان کے کرب میں مزید اضافہ اس وقت ہو گا جب وہ اپنے پیشواؤں کو، جن کی وہ پیروی کرتے تھے اور اُن ہی کی بدولت ان تباہیوں تک پہنچ گئے، دیکھ لیں کہ وہ تو یکسر ان سے بیزاری اور مکمل دستبرداری کا اعلان کر رہے ہیں، حالات اتنے سخت، عذاب اس حد تک ہولناک کہ یہ پیشوا اپنے پیروکاروں کے بارے میں اعتراف کرنے کی بھی ہمت نہیں کر پائیں گے (کہ ہمارے کہنے پر چل کر گمراہ ہوئے تھے) ہر ایک کو اپنی پڑی ہوئی ہے، اَتباع اور متبوعین کے مابین روابط اور تعلقات کے تمام بندھن اس طرح ٹوٹ چکے ہیں گویا ان کے درمیان کوئی واسطہ یا تعلق تھا ہی نہیں۔

ج- پھر ان اتباع کی حسرت و یاس اور درد و کرب اس وقت اور بڑھ جائے گا جب ان پر واضح ہو جائے گا کہ وہ آگ سے باہر نکل سکتے ہیں نہ ہی دنیا کی طرف واپس ہو کر اپنے متبوعین (سرداروں) سے انتقام لے سکتے ہیں کہ وہاں جا کر وہ بھی اس طرح ان سے بے زاری کا اظہار کریں جیسا کہ آج آخرت میں ان کے پیشواؤں نے ان سے بے زاری کا واشگاف اعلان کر دیا۔ اس وقت ان کے ساتھ اپنے سرداروں کی طرف سے بدسلوکی کی انتہاء ان پر خوب آشکارا ہو جائے گی، جنہوں نے ان کو ہلاکت کے گڑھوں میں لا اُتارا، وہ جان لیں گے کہ انہوں نے جن برے اعمال کا ارتکاب، گمراہی کے ان نمائندوں کے پیروی میں کیا تھا، آج وہی اعمال ان کے لیے حسرت و پشیمانی کا سامان ہیں، آج انہی اعمال کی بدولت جہنم ٹھکانہ بننے والی ہے، کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔

3- یہ آیات کریمہ اپنے منطوق (ظاہری الفاظ) کے اعتبار سے انہی لوگوں سے متعلق ہیں جنہوں نے اللہ کے ماسوا کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرا کر ان کے ساتھ ایسی محبت کی جیسے اللہ کے ساتھ کی جاتی ہے، انہی کو اللہ سبحانہ نے ظالم لوگوں کا لقب دیا ہے کیونکہ ان لوگوں نے اللہ کی مخلوقات کو خالق کے مرتبہ تک پہنچایا، اس کو کہتے ہیں وضع الشيء في غير محلہ کسی چیز کو اس کے اپنے مقام و مرتبہ سے ہٹا کر کسی اور جگہ میں رکھنا، یہی ظلم ہے، اس لیے ظالم قرار پائے۔

یہ آیات ان کے انجام کو بیان کرتی ہیں اور یہ کہ ان کے پیشوا اور اکابر عذاب الٰہی اور قوتِ خداوندی دیکھ کر کس طرح ان سے منہ موڑ کر دستبردار ہو جائیں

گے، مگر ان آیات کا منطوق ان پیشواؤں کو پہنچنے والے عذاب اور رسوائی کی مقدار کو بیان نہیں کرتا، جنہوں نے اپنے پیروکاروں کے لیے برائی کو خوشنما بنا کر پیش کیا تھا اور جس کی وجہ سے وہ مستحق عذاب قرار پائے۔

البتہ اس منطوق کا ایک مفہوم الموافقہ لیا جاسکتا ہے ،جو ادنیٰ سے اعلیٰ کے لیے اشارہ کے قبیل سے ہے، وہ اس طرح کہ جو خطرناک انجام اللہ نے ان پیروکاروں کے لیے تیار کر رکھا ہے، جس کا مذکورہ بالا آیات کے اندر تذکرہ کیا گیا ہے، اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جہنم کی طرف اپنے پیروکاروں کو ہانکنے والے ان شریر قائدین کا انجام ان سے بھی زیادہ بھیانک ہوگا، ان کا عذاب بہت سخت اور ان کا انجام نہایت تلخ اور وحشت ناک ہوگا۔ ان سرکش قائدین کی یہی حالت بننے والی ہے جو اپنی اتباع کرنے والوں کو ہلاکت کی طرف دھکیلتے ہیں وہ قیامت کے دن اپنے پیروکاروں سے پہلے جہنم رسید ہوں گے جیسے فرعون آگ کی طرف جاتے ہوئے اپنی قوم کی قیادت کرے گا(**فَاتَّبَعُوا أَمْرَ فِرْعَوْنَ وَمَا أَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيدٍ -يَقْدُمُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَوْرَدَهُمُ النَّارَ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُودُ**)"اُنہوں نے فرعون کی بات مانی حالانکہ فرعون کی بات کوئی درست بات نہیں تھی وہ قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے آگے ہوگا اور ان سب کو دوزخ میں لا اُتارے گا اور وہ بدترین گھاٹ ہے جس پر کوئی اُترے"(ھود:97-98)

مگر ان آیات میں اتباع پر ہی توجہ کیوں مرکوز رکھی گئی ؟اس میں ایک عظیم حکمت ہے۔ اس کے ذریعے اس وہم کو دور کرنا مقصود ہے کہ بعض پیروکار شاید یہ سوچیں کہ اگر انہوں نے برے اعمال کیے ہیں تو ان کی سزا وہ خود نہیں بھگتیں گے بلکہ ان کے قائدین اور سردار ہی اس کے ذمہ دار ہوں گے۔ چنانچہ ان آیاتِ کریمہ نے واضح کیا کہ پیشواؤں سمیت ان کے پیروکاروں پر بھی اس کا وبال پورا کا پورا واقع ہونے والا ہے اور آتش دوزخ کا مزہ وہ اکٹھے ہو کر چکھیں گے، کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔

یہ آیات اللہ کی طرف سے ان لوگوں کے لیے ایک بیانیہ ہے جو دنیا میں کفر کے سرغنوں کے پیروکار بنتے ہیں، کہ یہ سرغنے ان کو ہاویہ (جہنم کی وادی) کی طرف لے جانے والے ہیں اور قیامت کے دن ان سے کلی طور پر دستبردار ہو کر ان کی کسی چیز کی ذمہ داری بھی نہیں اٹھائیں گے بلکہ اپنے ساتھ ان کو بھی جہنم واصل کر دیں گے، جہنم کہ جو بہت بری جگہ ہے۔

ختم شد

بقیہ صفحہ 37 سے

اسی طرح ابو عبیدؒ نے ہی ابن عباسؓ سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ :«إذا وضعتها أنت في مواضعها، ولم تعُدَّ منها أحداً تعُولُه شيئاً، فلا بأس» "اگر تم خود اس کے حقدار کو دے سکتے ہو اور اس میں کسی بھی ایسے شخص کو نہ دو جس کا نفقہ تم پر لازم ہو، تو پھر کوئی مضائقہ نہیں"۔ ابراہیم اور حسن سے بھی روایت ہے کہ فرمایا:«ضعها مواضعها، وأَخْفِها» "اسے حقدار کو دو اور چھپا کر دو"۔ یہ تو نقدی کی زکوٰۃ کے بارے میں ہے۔ جہاں تک مویشی، اناج اور پھل کی بات ہے تو اس کی زکوۃ کو خلیفہ یا اس کے نمائندے کے حوالے کرنا لازم ہے یہی وجہ ہے کہ ابو بکرؓ نے زکوۃ حوالے نہ کرنے والوں کے خلاف جہاد کیا جب انہوں نے یہ زکوۃ والیوں، عاملوں اور زکوٰۃ کے عملے کو ادا کرنے سے انکار کیا جنہیں ابو بکرؓ نے متعین کیا تھا، اور ابو بکرؓ نے فرمایا :«والله لو منعوني عناقاً كانوا يؤدونه إلى رسول الله لقاتلتهم عليه» "اللہ کی قسم! اگر یہ مجھے ایک بکری کا بچہ بھی دینے سے انکار کریں جو یہ رسول اللہ ﷺ کو ادا کیا کرتے تھے تو میں اس کو وصول کرنے کے لیے ان سے جنگ کروں گا"۔ ابو ہریرۃؓ کی یہ روایت متفق علیہ ہے۔" خاتم شد

آپ کا بھائی،

عطاء بن خلیل ابو رشتة

22 رمضان المبارک 1438 ہجری

17 جون 2017

ختم شد

بقیہ صفحہ 15 سے

دورِ خلافت میں عمرؓ کے ہاتھ میں ایک کوڑا ہوا کرتا تھا۔ انہوں نے ایک کوڑا ابی بن کعبؓ کو رسید کیا۔ حضرت ابی بن کعبؓ نے حیرت سے حضرت عمرؓ کی طرف دیکھا اور کہا کہ اے عمرؓ یہ کیا۔ حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ یہ امر آپ کے لیے فتنہ ہے جبکہ لوگوں کی تذلیل کا باعث ہے(اُسد الغابہ)۔

مندرجہ بالا تمام امور سیاسی ماحول کو صاف ستھرا کرنے کا باعث بنتے ہیں۔ پس خلافت میں سیاست واقعی عبادت بن جاتی ہے کہ جس میں سیاسی جماعتوں میں بھی مخلص لوگ اوپر آتے ہیں اور مجلسِ امت اور مجلسِ ولایہ میں بھی مخلص لوگ ہی نمایاں ہوتے ہیں۔

آج اگر ہم پاکستان سے کرپشن کے ناسور کا خاتمہ چاہتے ہیں تو پاکستان کے جمہوری نظامِ حکومت کو ہٹائے بغیر یہ ممکن نہیں۔ اگر کوئی شخص یہ سوچ رکھتا ہے کہ جمہوریت نافذ رہے اور کرپشن کا بھی خاتمہ ہو جائے تو وہ شدید مغالطے کا شکار ہے۔ جمہوریت اور کرپشن لازم و ملزوم ہیں۔ کرپشن سے چھٹکارے کے لیے ہمیں پاکستان کے جمہوری نظام کو مسترد کر کے اس کی بجائے اسلام کے عادلانہ نظام خلافت کو قائم کرنا ہو گا۔

ختم شد

رسول اللہ ﷺ کی پیاری امت کی فکر کرنا اور اس کا خیال رکھنا

تحریر: مصعب عمیر

امت اور اس کے مفادات کا خیال رکھنا وہ اہم ترین ذمہ داری ہے اسلام جس کی ادائیگی کا احساس ہر ایک مسلمان میں پیدا کرتا ہے۔ امت کا خیال رکھنے کا احساس ہر اس شخص کو، جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا خوف رکھتا ہے، مجبور کرتا ہے کہ وہ امت کی بہتری کی خاطر اپنے ذاتی مفادات اور ضروریات کو قربان کرے۔ یہ احساسِ ذمہ داری مسلمانوں کو روز مرہ کی معمول کی ذمہ داریوں، جیسا کہ رزقِ حلال کمانا اور بیوی بچوں کی دیکھ بھال کرنا، سے بڑھ کر مزید ذمہ داریاں اٹھانے کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ یہ احساس اس کے زندگی کے متعلق نقطہ نظر کو وسیع اور بلند کر دیتا ہے، جو کہ دیگر صورتوں میں محض اپنے گھر کی چار دیواری میں ملنے والے آرام، سفر کو مزید آرام دہ بنانے، آسائشوں اور دولت کو جمع کرنے تک محدود ہوتا ہے۔ یہ احساس اسے امت کی صورتحال کو سمجھنے، امت کی صلاحیتوں اور اس کے مستقبل کے متعلق سوچنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ اس کا دماغ امت کے مفادات کی نگہبانی، امت کو نقصان سے محفوظ رکھنے اور امت میں موجود خیر کو مزید بڑھانے کے خیالات سے پُر رہتا ہے۔ اس کا دل امت کی تکلیف پر دکھ اور اس کی کامیابی پر خوشی سے لبریز ہو جاتا ہے۔ ہر دن اس کے ہر عمل اور کوشش کا مقصد امت کے مفادات کو آگے بڑھانا ہوتا ہے اور اس کے لیے وہ اپنا وقت، توانائی اور مال ہر چیز خرچ کرتا ہے۔ یہ وہ آگ ہے جو ہر وقت اس میں جلتی رہتی ہے، ایمان کو جِلا بخشتی ہے اور اس کے تھکے ماندے جسم کو حرکت میں رہنے کے لیے توانائی مہیا کرتی ہے۔

یقیناً یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جو شخص اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر ایمان رکھتا ہو وہ امت کی فکر نہ کرتا ہو جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **قَتْلُ الْمُؤْمِنِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ زَوَالِ الدُّنْيَ** "اللہ کی نظر میں ایک ایمان والے کا قتل پوری دنیا کے خاتمے سے بڑھ کر ہے "(النسائی) اور وہ شخص جو رسول اللہ ﷺ سے حقیقی محبت کرتا ہو کیسے امت کی فکر سے آزاد ہو سکتا ہے

> ایک مسلمان اسلامی امت کی فکر کرنے پر مجبور ہے کیونکہ وہ اس کے ساتھ سب سے مضبوط بندھن کے ساتھ جڑا ہوا ہے اور وہ بندھن ایمان کا ہے۔ ایمان والا خود کو امت کا ایک ایسا حصہ سمجھتا ہے جو اس سے الگ نہیں ہو سکتا اور اس کی مضبوطی کا باعث بنتا ہے تاکہ امت ایک مضبوط قلعہ کی مانند بن جائے

جبکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا، **لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ** "تمہارے پاس ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہی ہیں، جن کو تمہاری مضرت کی بات نہایت گراں گزرتی ہے، جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہش مند رہتے ہیں، ایمان والوں کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں"(التوبہ:128)

ایک مسلمان اسلامی امت کی فکر کرنے پر مجبور ہے کیونکہ وہ اس کے ساتھ سب سے مضبوط بندھن کے ساتھ جڑا ہوا ہے اور وہ بندھن ایمان کا ہے۔ مسلمان کا امت کے ساتھ یہ رشتہ اس کے اپنے خاندان کے ساتھ رشتے سے زیادہ مضبوط ہوتا ہے اور یہ ایک بھائی چارے کا رشتہ ہے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا، **إِنَّمَا ٱلْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ** "سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں"(الحجرات:10)۔ یقیناً اسلام کا رشتہ خون کے رشتے پر مقدم ہے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْإِيمَانِ ۚ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ**، "اے ایمان والو! اپنے باپوں کو اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ کفر کو ایمان سے زیادہ عزیز رکھیں۔ تم میں سے جو بھی ان سے دوستی رکھے گا سو وہی ظالم ہے"(التوبہ:23)۔

ایمان کا رشتہ اس بات پر مجبور کرتا ہے کہ اجتماعی خیر کی جستجو کی جائے اور یہ بات ذاتی خواہشات پر غالب آجاتی ہے۔ ایمان کا رشتہ مسلمانوں کو اس طرح جوڑتا ہے جیسے کہ وہ ایک ہی جسم کے حصے ہیں جو ایک دوسرے کے ساتھ خون کی شریانوں اور اعصاب کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں، اور پھر جسم کے کسی ایک حصے میں تکلیف پورے جسم میں تکلیف کا باعث بن جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَوَاصُلِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ الْوَاحِدِ، إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ**

تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالْحُمَّى وَالسَّهَرِ "ایمان والوں کی مثال ایک دوسرے کے لیے رحم اور شفقت کے حوالے سے ایسی ہے جیسا کہ ایک جسم: جب اس کا ایک عضو بیمار ہوتا ہے تو پورا جسم بخار اور بے آرامی میں مبتلا ہو جاتا ہے" (مسلم)۔

ایمان والا خود کو امت کا ایک ایسا حصہ سمجھتا ہے جو اس سے الگ نہیں ہو سکتا اور اس کی مضبوطی کا باعث بنتا ہے تا کہ امت ایک مضبوط قلعہ کی مانند بن جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا** "ایک ایمان والا دوسرے ایمان والے کے لیے ایسے ہے جیسا کہ ایک عمارت جس کے مختلف حصے ایک دوسرے کو مضبوط بناتے ہیں" پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے سے جوڑ کر دکھایا (بخاری)۔

مسلمانوں کی فکر کرنے کا مطلب ہے کہ مسلمان اپنی یہ ذمہ داری سمجھے کہ جب کسی مسلمان کو اس کی ضرورت ہے تو وہ اس کی پکار کا جواب دے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ** "مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس پر ظلم نہیں کرتا اور نہ ہی اسے تنہا چھوڑتا ہے"۔ وہ مسلمانوں کی فکر کرنے کو ایک مقدس فریضہ سمجھتا ہے کیونکہ اس کا اجر سب سے بہترین ہے اور وہ یہ کہ قیامت کے دن اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کے بوجھ کو اٹھا لیں گے جبکہ یہ وہ دن ہو گا جب ہر شخص اپنے انجام کے حوالے سے اس قدر سخت دہشت زدہ ہو گا کہ وہ کسی دوسرے کا بوجھ اٹھانے کا سوچ کا بھی نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا, نَفَّسَمَنْ نَفَّسَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ يَسَّرَ عَلَى مُعْسِرٍ فِي الدُّنْيَا يَسَّرَ اللَّهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَمَنْ سَتَرَ عَلَى مُسْلِمٍ فِي الدُّنْيَا سَتَرَ اللَّهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَاللَّهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ** "جو کوئی دنیا کے بوجھ میں سے کسی بوجھ سے مسلمان کو آسانی فراہم کرتا ہے تو اللہ قیامت کے دن کے بوجھ سے اسے نجات دیں گے۔ اور جو کوئی دنیا کی مشکل میں آسانی فراہم کرتا ہے تو اللہ اسے دنیا اور آخرت کی مشکل سے آسانی فراہم کریں گے۔ اور جو کوئی مسلمان کے عیب کی پردہ پوشی کرتا ہے، اللہ دنیا اور آخرت میں اس کے عیبوں کی پردہ پوشی کریں گے۔

مسلمانوں کے مفادات اور ان کی جان و مال کا خیال رکھنے کے احساس نے ہی ایسی اسلامی سیاسی قیادت پیدا کی تھی جسے کئی صدیاں گزر جانے کے باوجود پوری دنیا میں یاد رکھا گیا۔ مسلم حکمران جو اسلام کی بنیاد پر حکمرانی کرتے تھے اپنی اس ذمہ داری سے پوری طرح آگاہ تھے ہے

اور اللہ اس وقت تک عبادت کرنے والے کی مدد میں مصروف رہتے ہیں جب تک عبادت کرنے والا اپنے بھائی کی مدد کرنے میں مصروف رہتا ہے" (ترمذی)۔

مسلمانوں کا خیال رکھنے کا مطلب ہے کہ بغیر کسی ہچکچاہٹ کے دوسرے مسلمانوں کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر مقدم رکھنا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **مَنِ اسْتَعَاذَ بِاللَّهِ فَأَعِيذُوهُ وَمَنْ سَأَلَ بِاللَّهِ فَأَعْطُوهُ وَمَنْ دَعَاكُمْ فَأَجِيبُوهُ وَمَنْ صَنَعَ إِلَيْكُمْ مَعْرُوفًا فَكَافِئُوهُ فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا مَا تُكَافِئُونَهُ فَادْعُوا لَهُ حَتَّى تَرَوْا أَنَّكُمْ قَدْ كَافَأْتُمُوهُ**

"اگر کوئی اللہ کے نام پر تحفظ مانگتا ہے، تو اسے تحفظ دے دو؛ اگر کوئی اللہ کے نام پر سوال کرتا ہے تو اسے کچھ دو؛ اگر تمہیں کوئی دعوت دے تو اسے قبول کر لو؛ اور اگر کوئی تمہارے ساتھ رحم دلی سے پیش آئے تو اس کا بدلا ادا کرو؛ لیکن اگر تمہارے پاس ایسا کرنے کے لیے وسائل میسر نہیں تو اس کے لیے اس وقت تک دعا کرو کہ تمہیں یہ محسوس ہونے لگے کہ تم نے اس کا بدلا چکا دیا ہے" (ابو داؤد)۔ یقیناً مسلمانوں کا خیال رکھنا اس قدر اہم ہے کہ اسلام نے اس شخص کی بھی تعریف کی جو صرف مسلمانوں کے لیے دعا کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **إِذَا دَعَا الرَّجُلُ لأَخِيهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ قَالَتِ الْمَلاَئِكَةُ آمِينَ وَلَكَ بِمِثْلٍ** "جب مسلمان اپنے بھائی کے لیے دعا کرتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں: آمین، اور تمہیں بھی یہی ملے" (ابو داود)۔

مسلمانوں کے مفادات اور ان کی جان و مال کا خیال رکھنے کے احساس نے ہی ایسی اسلامی سیاسی قیادت پیدا کی تھی جسے کئی صدیاں گزر جانے کے باوجود پوری دنیا میں یاد رکھا گیا ہے۔ مسلم حکمران جو اسلام کی بنیاد پر حکمرانی کرتے تھے اپنی اس ذمہ داری سے پوری طرح آگاہ تھے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے خبر دار فرمایا، **اللَّهُمَّ مَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا, فَشَقَّ عَلَيْهِ, فَاشْقُقْ عَلَيْهِ** "اے اللہ! جس کسی کو

میرے لوگوں پر کسی بھی قسم کا اختیار ہو اور وہ انہیں تکلیف پہنچائے تو تُو بھی اسے تکلیف میں مبتلا فرما"(مسلم)۔ امت کے خیال ہی کی اتنی فکر تھی کہ رسول اللہ ﷺ اس امت کے لیے روئے اور قیامت تک آنے والی امت کی نسلوں کے لیے دعا کی۔ یہ وہ ذمہ داری ہے جس نے ابو بکر صدیق کو مسلمانوں کے حقوق پورا کرنے کے لیے دن رات ایک کرنے پر مجبور رکھا۔ اور یہ وہ ذمہ داری ہے کہ جس کی وجہ سے عمر اپنی نیند کو قربان کرکے رات کو مدینہ کی گلیوں میں گشت کرتے تھے تا کہ مسلمانوں کے حقوق ادا کیے جاسکیں۔

مسلمانوں کے مفادات اور ان کی جان و مال کا خیال رکھنے کے احساس نے ہی ایسی اسلامی فوجی قیادت پیدا کی تھی جس نے مظلوموں کی پکار کا جواب دینے کو بوجھ تصور نہیں کیا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، **وَإِنِ اسْتَنصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ** "اگر وہ تم سے دین کے بارے میں مدد طلب کریں تو تم پر مدد کرنا ضروری ہے"(الانفال:72)۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، **وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيرًا** "بھلا کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اور ان ناتواں مردوں، عورتوں اور ننھے ننھے بچوں کو چھٹکارا دلانے کے لیے جہاد نہ کرو؟ جو یوں دعائیں مانگ رہیں ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ان ظالموں کی بستی سے ہمیں نجات دے اور ہمارے لیے خود اپنے پاس سے حمایتی مقرر کردے اور ہمارے لیے خاص اپنے پاس سے مددگار بنا"(النساء:75)۔

یہ امت کی فکر کا ہی جذبہ اور احساس تھا جس نے دور بیٹھے صلاح الدین ایوبی کو شام کے مسلمانوں کو صلیبیوں کے قبضے سے آزادی دلانے کے لیے حرکت میں آنے پر مجبور کیا۔ امت کی فکر کا ہی جذبہ اور احساس تھا جس نے دور بیٹھے محمد بن قاسم کو برصغیر ہند میں قید مسلمانوں کو راجہ داہر کے مظالم سے نجات دلانے کے لیے حرکت میں آنے پر مجبور کیا۔ امت کی فکر کا ہی جذبہ اور احساس تھا جس نے سلطان اورنگ زیب عالمگیر کو اس بات پر مجبور کیا کہ وہ مظلوم مسلمانوں کی پکار کا جواب دے اور موجودہ میانمار کے مشرک بدھسٹ کے آباؤاجداد کی زبردست ریاست رخائن ماروڈرز کو نیست ونابود کردے جس نے مسلمانوں پر ظلم ڈھایا تھا۔

مسلمانوں کے مفادات اور ان کی جان ومال کا خیال رکھنے کے احساس نے ہی ایسی اسلامی فوجی قیادت پیدا کی تھی جس نے مظلوموں کی پکار کا جواب دینے کو بوجھ تصور نہیں کیا، اور صلاح الدین ایوبی شام کے مسلمانوں کو صلیبیوں سے اور محمد بن قاسم ہند میں مسلمانوں کو راجہ داہر کے مظالم سے نجات دلانے کے لیے حرکت میں آئے۔

اللہ کا شکر ہے کہ امت مسلمہ کی موجودہ نسل میں بھی امت کی فکر کا جذبہ اور احساس مضبوط ہے۔ اس کی مثالیں ہم دیکھتے ہیں جب مسلمان شام، فلسطین، مقبوضہ کشمیر اور برما کے مسلمانوں کا خیال رکھتے اور ان کی ہر ممکن مدد کرتے ہیں۔ یہ احساس وجذبہ امت میں مضبوط ہے جبکہ امت پر مسلط حکمران اپنے ذاتی مفادات کے اسیر ہیں اور امت کے زخموں پر مرہم رکھنا تو درکنار بلکہ اس پر نمک پاشی کرتے ہیں۔ یہ احساس و جذبہ مضبوط ہے اور اسے مزید مضبوط تر کرنے کی کوشش کرنی چاہیے تا کہ وہ چند قدم جلد از جلد اٹھا لیے جائیں جس کے بعد ہمیں ایسے حکمران میسر آئیں گے جو امت ہی طرح ہوں گے۔

ان اقدامات میں یہ شامل ہے کہ خلافت کے داعی اپنے اردگرد لوگوں کو جمع کریں اور انہیں قرآن وسنت کی بنیاد پر حکمرانی کی بحالی کے لیے حرکت میں لائیں۔ اور جہاں تک افواج کے افسران کی جانب سے اقدامات کی بات ہے تو انہیں نبوت کے طریقے پر خلافت کے قیام کے لیے فوری نصرة فراہم کرنی چاہیے تا کہ بالآخر مظلوم مسلمانوں کی پکار کا جواب دینے کے لیے انہیں حرکت میں لایا جائے۔

ختم شد

پاکستان کا جمہوری نظام حکمرانوں کی کرپشن کے خاتمے میں ناکام کیوں ہے

تحریر: عثمان عادل

یہ بات ہر خاص و عام پر عیاں ہے کہ پاکستان میں جمہوری نظام اور حکومتی ادارے کرپٹ لوگوں کی آماجگاہ ہیں۔ 2017 کی ٹرانسپیرنسی انٹرنیشنل کی رپورٹ کے مطابق پاکستان دنیا کے 176 ممالک میں سے 116 واں کرپٹ ترین ملک ہے، یعنی صرف 60 ملک ایسے ہیں جن میں ریکارڈ کی گئی کرپشن پاکستان سے زیادہ ہے۔ خبریں اخبار کی 23 مئی 2017 کی رپورٹ کے مطابق سندھ حکومت کے ارکان قومی اسمبلی، وزیر و مشیر سمیت 100 سے زائد بیوروکریٹس کو اس وقت سندھ ہائیکورٹ، قومی احتساب بیورو عدالت اور اینٹی کرپشن کورٹس کا سامنا ہے۔ 2016 میں پانامہ لیکس نے یہ ظاہر کیا کہ کس طرح پاکستان کے بڑے بڑے سیاست دانوں، ان کے رشتہ داروں اور اثر و رسوخ رکھنے والے لوگوں نے آف شور کمپنیوں کے ذریعے اپنے کالے دھن کو چھپایا ہوا ہے۔ بے شک پانامہ لیکس اور دیگر میڈیا انکشافات تو کرپشن کی دیگ کے چند دانے ہیں، اگرچہ یہ رپورٹس اُس تعفن اور بد بو کی غمازی کرتی ہیں جو پاکستان کے کرپٹ جمہوری نظام کا خاصہ ہے۔

پاکستان میں جمہوری نظام کے تحت ہونے والے ہر انتخابات کا نتیجہ ایک سا ہی رہا ہے کہ کرپٹ لوگ ہی چھن کر ایوانوں میں پہنچے۔ حکومتیں تبدیل ہوتی رہیں، چہرے بدلے، اقتدار مختلف جماعتوں کے ہاتھ رہا، مگر ہر حکومت کرپشن سکینڈلوں کی زد میں رہی۔ اس صورتِ حال کو تبدیل کرنے کے لیے مختلف تجربات کیے گئے، کبھی گریجویٹ اسمبلی کا تجربہ کیا گیا، آئین کے اندر آرٹیکل 62، 63 جیسی شقیں شامل کی گئیں، قومی احتساب بیورو (نیب) قائم کیا گیا، مگر مسئلہ جوں کا توں ہے۔

جب ہم پارلیمنٹ اور سینٹ میں بیٹھے 'عوامی نمائندوں' کی کرتوتوں کو دیکھتے ہیں اور آئے روز میڈیا پر ان کی کرپشن کی نشر ہوتی خبروں کو سنتے ہیں تو یہ گمان ہونے لگتا ہے کہ شاید پاکستان میں کوئی ایک بھی مخلص سیاست دان موجود نہیں ہے۔

اس بنا پر بعض لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ دراصل پاکستان کے لوگوں کی اکثریت کرپٹ ہے، ہر شخص اپنی جگہ پر کرپشن کر رہا ہے، ریڑھی والے سے لے کر گریڈ 22 کے افسر تک، اس لیے سیاست دانوں کا کرپٹ ہونا ایک لازمی امر ہے کیونکہ اقتدار کے ایوان پاکستان کے عوام کی ہی عکاسی کرتے ہیں۔

انتخابات ان امیر لوگوں کے لیے سرمایہ کاری ہے جو سیاست کے ذریعے ذاتی مفاد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ اس جمہوری نظام میں داخل ہونے کے بعد ان کے پاس ایک کروڑ سے کئی کروڑ بنانے کے کئی مواقع موجود ہیں

تاہم دوسری طرف جب ہم دنیا کے دیگر ممالک پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ جہاں جہاں بھی جمہوری نظام نے قدم جمائے ہیں اقتدار کرپٹ امیر طبقے کے ہاتھ میں ہی مرکوز ہوا ہے۔ مغرب کہ جہاں جمہوریت نے آنکھ کھولی اور پروان چڑھی اس سے مستثنیٰ نہیں، برطانیہ وامریکہ میں حکومتی عہدیداران کے کرپشن سکینڈلز کی فہرست مختصر نہیں۔ لہٰذا اصل مسئلہ جمہوری نظام بذاتِ خود ہے۔ اس نظام کو اس انداز سے ترتیب دیا گیا ہے کہ کرپٹ لوگ اس کی طرف یوں کھچے چلے آتے ہیں کہ جیسے مکھیاں شیرے کی طرف لپکتی ہیں۔

آئیں اس حقیقت کو سمجھنے کے لیے پاکستان کے نظام کے کچھ پہلوؤں پر غور کرتے ہیں:

دنیا کے تمام جمہوری ممالک کی طرح پاکستان میں بھی انتخابات میں کھڑے ہونے والے امیدوار الیکشن جیتنے کے لیے کروڑوں روپے خرچ کرتے ہیں۔ پاکستانی انتخابات میں یہ پیسہ پبلسٹی مہم، ووٹروں کو خریدنے، اپنے حمایتیوں کو پیسے کا لالچ دے کر متحرک کرنے پر خرچ کیا جاتا ہے۔ ہر شخص کے ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ آخر کوئی اپنے کروڑوں روپے کیوں لٹائے گا۔ اگر یہ کہا جائے کہ ایسا عوامی خدمت کے جذبے کے تحت کیا جاتا ہے تو آخر یہ جذبہ انتخابات میں ہی کیوں امڈ کر سامنے آتا ہے، انتخابات کے علاوہ عام دنوں میں ہم ان امیدواروں کو کروڑوں تو دور کی بات چند ہزار بھی عوام پر خرچ کرتا نہیں دیکھتے۔ درحقیقت انتخابات ان امیر لوگوں کے لیے سرمایہ کاری ہے جو سیاست کے ذریعے ذاتی مفاد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ اس جمہوری نظام میں داخل ہونے کے بعد ان کے پاس ایک کروڑ سے کئی کروڑ بنانے کے کئی مواقع موجود ہیں۔ پاکستان کا نظام اس کام کو عوامی نمائندوں کے لیے کس طرح آسان بناتا ہے اس کی تفصیل کچھ یوں ہے:

پاکستان میں ہر امیدوار کا یہ خواب ہوتا ہے کہ وہ نہ صرف الیکشن جیتے بلکہ اسے کسی طرح سے کوئی وزارت مل جائے خاص طور پر ایسی وزارتیں جن میں پیسہ بنانے کے وسیع مواقع موجود ہوں جیسے پانی و بجلی، زراعت، توانائی، صحت، ریلوے، جنگلات وغیرہ۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ الیکشن جیتنے کے بعد ایک ہی جماعت کے ممبرانِ قومی و صوبائی اسمبلی وزارتوں کے حصول کے لیے ایک دوسرے کی ٹانگیں کھینچتے اور مقابلہ بازی

کرتے نظر آتے ہیں۔ کیونکہ اس نظام میں وزارت کا عہدہ سونے کی کان ہے۔

پاکستان کا نظام اس جمہوری اصول پر استوار کیا گیا ہے کہ اقتدار اعلیٰ عوام کے ہاتھ میں ہے۔ پس عوام اپنے نمائندوں کے ذریعے حکمرانی کرے گی۔ چنانچہ صحت، تعلیم، پانی، بجلی، ماحولیات جیسی عوامی سہولیات کے محکموں کی سربراہی عوامی نمائندوں کے ہاتھ میں ہو گی۔ ان محکموں کو مختلف وزارتوں کی شکل دی گئی ہے جس کا سربراہ وزیر یا منسٹر کہلاتا ہے اور وہ اپنے محکمے کا حکمران ہوتا ہے اور وزارت اس کے تحت کام کرتی ہے۔ مثلاً اگر بجلی و توانائی کی بات کی جائے تو پاکستان میں بجلی کی کمی کو پورا کرنے کے متعلق پالیسی وفاقی کابینہ طے کرتی ہے کہ توانائی کے حصول کے لیے کونسے ذرائع کو بروئے کار لایا جائے گا، اگر بجلی کی کمی ہے تو کون سے ذرائع سے بجلی پیدا کی جائے گی، آیا نئے ڈیم بنائے جائیں گے یا شمسی توانائی کو فروغ دیا جائے گا یا پھر تیل و گیس کو استعمال کیا جائے گا، اگر ڈیم بنانے ہیں تو کونسے ڈیم پہلے تعمیر کیے جائیں گے۔ پھر وزارت کی سطح پر اس محکمے کا وزیر اس پالیسی کو عملی جامہ پہناتا ہے۔ اگر ملکی سطح پر یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ شمسی توانائی کے یونٹ لگا کر بجلی کی کمی پوری کی جائے گی تو وزارتِ بجلی و پانی شمسی منصوبوں کی انسٹالمنٹ کے لیے ان کمپنیوں کی طرف رجوع کرتی ہے جو شمسی توانائی سے متعلقہ آلات تیار کرتی ہیں یا امپورٹ کرتی ہیں۔ پس ان کمپنیوں کی کوشش ہوتی ہے کہ کسی طرح وزیر موصوف کو خوش کیا جائے اور اس کا منظورِ نظر بنا جائے۔ کیونکہ کسی بڑے پراجیکٹ کا ٹھیکہ ملنا ایک کمپنی کی چاندی کر سکتا ہے۔ چنانچہ مختلف ٹینڈروں کے حصول کے لیے وزراء کو رشوتیں دینا اور کِک بیکس ایک عام سے بات ہے۔ اور پھر یہ سلسلہ ہر عوامی محکمے میں وزیر اور پھر سیکرٹری سے ہوتا ہوا نیچے تک چلا جاتا ہے۔ اور کرپشن کی ایک پوری فضاء تیار ہو جاتی ہے۔

پاکستان جیسے وسائل سے مالا مال مگر ترقی کے لحاظ سے پسماندہ ملک میں اہم اور میگا پراجیکٹس بیرونی ملٹی نیشنل کمپنیوں کے ہی حوالے کیے جاتے ہیں۔ یہ سودے وزیر اعظم خود طے کرتا ہے، مختلف بین الاقوامی دوروں میں اس کے معاملات طے ہوتے ہیں۔ متعلقہ وزارتوں کے وزراء ان وفود کا حصہ ہوتے ہیں جو وزیر اعظم کے ساتھ ان دوروں پر جاتے ہیں۔ یہ وزراء خوشی خوشی ان دوروں کے لیے روانہ ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان پر تعیش دوروں کا تمام خرچ قومی خزانے سے کیا جاتا ہے اور اس کا ٹی اے ڈی اے الگ سے ہوتا ہے جو وزیر کی جیب میں جاتا ہے۔ محکمانہ امور سے متعلق مختلف ممالک میں منعقد ہونے والے آگاہی سیمیناز اور ورک شاپس کے لیے کیے جانے والے دورے اس کے علاوہ ہیں۔

> یہ نظام کسی طرح کرپشن کو جنم دیتا ہے اس کی وضاحت قانون سازی کے اختیار کا عوامی نمائندوں کے ہاتھ میں ہونے کو بیان کیے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی۔ قانون سازی کا اختیار کرپشن کا صدر دروازہ ہے جو حکمرانوں کی کرپشن کو قانونی تحفظ فراہم کر دیتا ہے

محکمے کا سربراہ ہونے کی بنا پر اپنے محکمے میں ملازمین کی بھرتی کا اختیار بھی وزیر کو حاصل ہوتا ہے۔ تاہم یہ نوکریاں دی نہیں جاتیں بلکہ بیچی جاتی ہیں اور وزراء نوکری کے درجے لحاظ سے اس کی قیمت وصول کرتے ہیں۔ ملازمین کی بھرتی میں منظورِ نظر لوگوں کو نوازا جاتا ہے۔

رشتے داروں کو مختلف محکموں میں ایڈجسٹ کیا جاتا ہے۔ یہ کام reciprocal بنیادوں پر ہوتا ہے۔ ایک وزیر کہ جس کی دوسرے وزیر کے ساتھ اچھی شناسائی ہے وہ اپنے رشتے دار کو اُس کے محکمے میں ایڈجسٹ کرواتا ہے تو دوسرا وزیر اپنے کسی دوست کے لیے پہلے وزیر سے سفارش کرتا ہے۔

قومی خزانے سے محکمے کے لیے مختص کی گئی رقم سے لوگوں کی ضروریات پوری ہوں یا نہ ہوں، تعمیرِ نو کے نام پر اپنے دفاتر کی تزئین و آرائش کرانا، اپنی آسائش کو ضرورت قرار دے کر محکمے کے لیے گاڑیاں خریدنا، ای سی لگوانا وغیرہ عام سی بات ہے۔ ستمبر 2017 میں صوبہ خیبر پختون خواہ کے وزیر اعلیٰ نے وزیر اعلیٰ ہاؤس میں سوئمنگ پول کی تعمیر کے لیے ٹینڈر جاری کیا جس پر لاگت کا تخمینہ 18 ملین سے زیادہ تھا، تاہم پرنٹ، الیکٹرانک اور سوشل میڈیا پر ہر جگہ اس کی خبر پھیل جانے کی وجہ سے انہوں نے اپنا یہ فیصلہ واپس لے لیا۔ یہ اس پارٹی کے وزیر اعلیٰ کا حال ہے جو ہر وقت حکمرانوں کے ہاتھوں عوامی پیسے کے ضیاع اور نظام کے ظلم کا رونا روتی رہتی ہے۔

مختلف سرکاری محکموں کی ملکیت میں خاطر خواہ سرکاری زمین موجود ہوتی ہے، اس مہنگی سرکاری زمین میں سے پلاٹ اونے پونے داموں خرید کر وزراء حضرات اپنی جائیداد میں اضافہ کرتے ہیں۔ اسی طرح سرکاری زمین کی الاٹمنٹ کے ٹینڈروں اور مختلف ٹھیکوں میں اپنے منظورِ نظر لوگوں کو نوازا جاتا ہے۔

کرپٹ ذہنیت رکھنے والا شخص صرف اپنی دولت و آسائش میں اضافہ ہی نہیں چاہتا بلکہ اس کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کا ہر طرف چرچا اور نام ہو اور لوگ اسے پہچانتے ہوں۔ وزارت کا حامل ہونا اسے یہ موقع فراہم کرتا ہے۔ مختلف عوامی سہولیات کے کاموں کی میڈیا کوریج، اخباروں میں وزیر کی تصویر والے شائع کردہ بڑے بڑے اشتہارات جس کا خرچہ وزارت اٹھاتی ہے، میڈیا ٹاک شوز میں مدعو کیا جانا ایک وزیر کو ملکی سطح پر مشہور کر دیتا ہے۔

ایک کرپٹ امیر شخص یہ بھی چاہتا ہے کہ وہ جہاں بھی جائے اس کی آؤ بھگت ہو، لوگ اس کے آگے پیچھے پھریں اور اس سے جھک جھک کر ملیں اور وہ لوگوں میں

ممتاز نظر آئے۔ پاکستان کے جمہوری نظام میں اس کی پوری گنجائش مہیا کی گئی ہے۔ سیکیورٹی کے نام پر ہر وزیر کو پولیس سکواڈ میسر ہے۔ اس کے 'قافلے' آگے پیچھے سائرن بجاتی گاڑیاں، اور ہٹ جاؤ کے نعرے اس کرپٹ شخص کی انانیت کو تسکین فراہم کرتے ہیں اور اس کے تفاخر میں اضافہ کرتے ہیں۔

یہ ان فوائد کی تفصیل نہیں بلکہ محض ایک جھلک ہے جو ایک وزیر کو وزارت حاصل ہونے سے ہوتے ہیں، طوالت سے بچنے کے لیے اس بات پر ہی اکتفاء کرتا ہوں کہ ایک وزیر جب تک وزیر رہتا ہے اس کی پانچوں انگلیاں گھی میں ہوتی ہیں۔ اگر صورتِ حال یہ ہو تو پھر آخر کیوں نہ ایک کرپٹ شخص اس مقام کو حاصل کرنے کے لیے قسمت آزمائی کرے۔

جہاں تک حکومتی پارٹی کے عام ایم این اے کا تعلق ہے ،تو علاقے میں اس کے اثر ورسوخ میں اضافہ کرنے اور اس کے نام کا چرچا کرنے کے لیے اربوں روپے کے ڈویلپ مینٹل فنڈز ہیں، جو حکومت علاقے میں براہِ راست اپنی پارٹی کے ایم این اے کو جاری کرتی ہے یا اس کی تائید کردہ سکیموں کی تکمیل کے لیے لوکل (سٹی) گورنمنٹ کو جاری کرتی ہے۔ ان فنڈز کا مقصد یہ بیان کیا جاتا ہے کہ عوامی نمائندے ان فنڈز کے ذریعے اپنے علاقے میں سڑکوں کی تعمیر، صاف پانی کی فراہمی، سیوریج کی بہتری جیسے کام کروائیں جبکہ اربوں روپے کے فنڈز خرچ کرنے کے باوجود عوام کو یہ سہولیات کس حد تک دستیاب ہیں یہ سب کے سامنے ہے، جس سے ان فنڈز میں کی جانے والی کرپشن کے لیول کا اندازہ ہوتا ہے۔

2017-18 کے لیے حکومت نے پارلیمنٹیرینز سکیموں کے لیے 53.6 ارب روپے کے ڈویلپ مینٹل فنڈ جاری کیے، چار سالوں کے دوران بلکتی سسکتی عوام سے غافل رہنے کے بعد حکومت کے آخری سال یک دم ان فنڈز کو جاری کرنے کا صاف مقصد یہ ہے کہ آئندہ الیکشن میں اپنی پارٹی کے ایم این ایز اور ایم پی ایز کو مضبوط کیا جائے۔

دوسری طرف گراس روٹ لیول پر صورتِ حال یہ ہے کہ انتظامی مشنری اور اداروں کو جان بوجھ کر سست اور اِن ایفیشنٹ رکھا گیا ہے کہ جہاں پر ایک عام بندے کی شنوائی نہیں ہو سکتی اور کوئی کام سفارش کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ ایسے میں ایک عام آدمی جسے نادرا کے دفتر میں اپنے شناختی کارڈ کا کوئی مسئلہ حل کرنا ہے یا سوئی گیس، پانی یا بجلی کا کنکشن لگوانا ہے ، یا علاقے کے تھانے دار کو کوئی درخواست دینی ہے تو اس کے لیے وہ ان ممبرانِ قومی و صوبائی اسمبلی کے ٹاؤٹوں کی طرف رجوع کرتا ہے جنھیں عرفِ عام میں پارٹی ورکر کہتے ہیں۔ ان پارٹی ورکروں نے ہر محلے میں جگہ بنائی ہوتی ہے اور ان کی پارٹی کا حکومت میں ہونا اس کام کو ان کے لیے اور آسان کر دیتا ہے۔

> قانون سازی کے اختیار سے بڑھ کر طاقت و قوت کوئی نہیں ہے کہ آپ کروڑوں لوگوں کے لیے یہ طے کرنے کا اختیار رکھتے ہیں کہ ان کے لیے کیا جائز ہو گا کیا ناجائز، کیا حلال ہو گا کیا حرام

علاقے کے تھانے دار کو پتہ ہے کہ اگر وہ حکومتی پارٹی کے ورکر کی بات نہیں سنے گا تو علاقے کے ایم این اے کے ذریعے وہ اس پر دباؤ ڈلوا سکتا ہے۔ چنانچہ یہ ورکر ان عام لوگوں کا ہاتھ تھامتے ہیں کہ جن کی اپنی کوئی سفارش یا معاشرتی حیثیت نہیں ہوتی اور تھانے کچہری میں ان کا کام کروا کر ان پر احسان دھرتے ہیں اور اس احسان کے بدلے میں الیکشن میں ان کے ووٹ حاصل کرتے ہیں۔ یہ امر بھی اس علاقے کے ایم این اے یا ایم پی اے کو اپنے حلقے میں اپنے قدم مزید مضبوط کرنے میں مدد فراہم کرتا ہے۔

اور چونکہ اس 'عوامی خدمت' کا مقصد عوام کے ووٹ حاصل کرنا ہوتا ہے نہ کہ درست نیت کے ساتھ ان کے مسائل کو حل کرنا، لہٰذا اپنے حامیوں اور دوستوں کے مختلف محکموں میں پھنسے ہوئے ہر جائز و ناجائز کام کو کروانا ان سیاسی ورکروں کا مشن ہوتا ہے۔ یوں گراس روٹ لیول پر بھی مختلف محکموں میں کرپشن کا ایک پورا ماحول ترتیب پا جاتا ہے۔

پس ہم دیکھ سکتے ہیں کہ عوامی سہولیات کے محکموں کے عوامی نمائندوں کے ہاتھ میں ہونے اور ڈویلپمینٹل فنڈز کی الاٹمنٹ کے طریقہ کار نے تمام تر سیاسی نقطہ نظر کو کرپٹ کر دیا ہے، جہاں لوگوں کو سہولیات کی فراہمی اس بنیاد پر نہیں کی جاتی کہ یہ ان کا حق ہے اور حکمران پر فرض ہے کہ وہ لوگوں کو صحت، تعلیم اور تحفظ جیسی بنیادی سہولیات فراہم کرے بلکہ اس لیے کی جاتی ہیں تاکہ اپنی constituency کو مضبوط کیا جائے اور اپنے ووٹ پکے کیے جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ علاقے جہاں پر وڈیرہ کلچر مضبوط ہے جیسا کہ جنوبی پنجاب اور اندرونِ سندھ ، جہاں ایک جاگیر دار کو پتہ ہے کہ اس کے علاقے کے لوگوں میں یہ جرأت نہیں کہ وہ اس کے علاوہ کسی اور کو ووٹ ڈالیں اور نہ ہی کسی شخص میں یہ طاقت ہے کہ الیکشن میں اس کا مقابلہ کر سکے ،اور انتخابات میں اس کی یا اس کے قریبی رشتے دار کی سیٹ پکی ہے، تو ایسے جاگیر دار کو اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ اس کے علاقے کے لوگ کس حال میں جی رہے ہیں اور کس حال میں مر رہے ہیں، ان کے پاس پانی، بجلی، گیس، صحت ، تعلیم کی سہولت موجود ہے یا نہیں۔

ایک ممبر قومی اسمبلی کے لیے سرکاری عشائیے ، ظہرانے، افطار ڈنرز، جہازوں کے سفری ٹکٹ، لاکھوں روپے ماہانہ تنخواہ، بیرونِ ملک مفت علاج کی سہولت اس کے علاوہ ہے۔ اور اگر ایک ممبر قومی یا صوبائی اسمبلی وزیر اعظم یا وزیر اعلیٰ کا منظورِ نظر ہے تو اسے ان کے صوابدیدی فنڈز سے بھی حصہ مل جاتا ہے۔

شہرت اور اپنے علاقے میں آؤ بھگت کی خواہش میں ایک عام اسمبلی ممبر بھی کسی وزیر سے کم نہیں ہوتا۔

حتیٰ کہ ہمیں ان عوامی نمائندوں کی رعونت کا یہ عالم نظر آتا ہے کہ ایک ایم پی اے ڈاکٹر کو اس لیے تھپڑ رسید کر دیتا ہے کہ وہ اس کے احترام میں کھڑا نہیں ہوا (ڈان،27 مئی2014)۔

جہاں تک وزیر اعظم کا تعلق ہے، تو یہ مسند اسے ہی حاصل ہوتی ہے جو اپنی ذہنیت میں کرپٹ ترین ہوتا ہے اور جسے امریکہ کی آشیر باد حاصل ہوتی ہے۔ وزیر اعظم کا عہدہ حکمرانی میں سب سے طاقت ور عہدہ ہے پس اس کے اختیارات و مراعات بھی اسی حساب سے سب سے زیادہ ہوتی ہیں اور اسی تناسب سے کرپشن کے مواقع بھی سب سے زیادہ حاصل ہوتے ہیں۔ وہی اپنی کابینہ کے لیے تمام وزراء کا تقرر کرتا ہے اور ان سے وزارت واپس لینے کا مجاز ہوتا ہے، چنانچہ وزارتوں کے تمام امور اس کے مرضی کے مطابق ہی چلائے جاتے ہیں۔ جبکہ صوبائی سطح پر یہ اختیارات وزیر اعلیٰ کو حاصل ہوتے ہیں۔ یہ نظام وزیر اعظم و وزیر اعلیٰ کے ذاتی مفاد کو پورا کرنے میں کس حد تک ممد و معاون ہے، اس کی تفصیل میں جائے بغیر یہاں صرف یہ کہنے پر ہی اکتفاء کرتا ہوں کہ اس نظام میں عوام کے اربوں روپے خرچ کرکے، عوام کو یہ بتایا جاتا ہے کہ اب تک ہمارے 'ہر دلعزیز' وزیر اعظم اوروزیر اعلیٰ، ہمارے لئے کتنی ڈسپنسریاں، کتنے ہسپتال، کتنے اسکول، کتنی سڑکیں اور کتنی بجلی بنا چکے ہیں، کتنے لیپ ٹاپ تقسیم کر چکے ہیں اور کتنا قرضہ بانٹ چکے ہیں۔ اس نظام میں سودی قرضوں اور عوام کے پیسے سے ہر قومی اخبار میں آئے روز جہازی سائز کے اشتہارات، ٹی وی چینلز پر لمبی لمبی اشتہاری داستانوں، ہر گلی کوچے، ہر محلے، ہر بازار اور ہر شہر کے ہر کھمبے پر لگے اشتہاری سٹریمر، بینرز، پینا فلیکس، جن کی تعداد کوئی گننا بھی چاہے تو نہیں گن سکتا، کے ذریعے حکمرانوں کی شہرت کی ہوس کو تسکین فراہم کی جاتی ہے۔

یہ نظام کسی طرح کرپشن کو جنم دیتا ہے اس کی وضاحت قانون سازی کے اختیار کا عوامی نمائندوں کے ہاتھ میں ہونے کو بیان کیے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ قانون سازی کا اختیار کرپشن کا صدر دروازہ ہے جو حکمرانوں کی کرپشن کو قانونی تحفظ فراہم کر دیتا ہے اور اسے عدالتی احتساب سے بالاتر بنا دیتا ہے۔ سترہویں ترمیم، قومی مصالحتی آرڈیننس (این آر او) اور اقتصادی اصلاحات کے تحفظ کا ایکٹ اس کی چند مثالیں ہیں۔ پاکستان کی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ کس طرح سترہویں آئینی ترمیم کے ذریعے افغان جنگ میں امریکہ کا ساتھ دے کر مسلمانوں کا قتل عام کرنے، پانچ سو سے زائد مسلمانوں کو گوانتاناموبے بھجوانے اور اس کے ڈالر وصول کرنے اور امریکہ کو اڈے فراہم کرنے جیسے قبیح جرائم کو عدالتی احتساب سے بالاتر بنایا گیا کیونکہ پاکستان کی پارلیمنٹ نے سترہویں آئینی ترمیم کو دو تہائی اکثریت سے منظور کیا تھا، جس نے یہ طے کر دیا کہ مشرف کے پہلے تین سال کے تمام اقدامات کو عدالت میں چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔

اسلامی نظامِ خلافت میں اداروں کی تشکیل اس انداز سے کی گئی ہے جو کرپشن کے مواقعوں کو مسدود کرتی ہے

جبکہ قومی مصالحتی آرڈیننس (این آر او) کے ذریعے سیاست دانوں سمیت ہزاروں لوگوں کی قتل سے لے کر اربوں روپے کی لوٹ مار کو محاسبے سے بالاتر بنایا گیا تاکہ ڈیل کے مطابق مشرف دوبارا صدارت کا عہدہ سنبھال سکے اور اس کے بدلے میں کرپٹ سیاست دانوں کو دوبارا اقتدار حاصل کرنے کا موقع مل سکے، اگرچہ کچھ سالوں بعد سپریم کورٹ نے بالآخر اسے کالعدم قرار دے دیا۔ آئین کا آرٹیکل 62(1)(f) کہ جس کی بنیاد پر نواز شریف کو عوامی عہدے کے لیے نااہل قرار دیا گیا اس کے متعلق وزیر اعظم شاہد خاقان عباسی کا یہ بیان ریکارڈ پر موجود ہے کہ اس آرٹیکل کو باقی پارٹیوں کی مشاورت سے آئین سے نکالا جا سکتا ہے (ڈان 8 اگست 2017)۔ اقتصادی اصلاحات کے تحفظ کے ایکٹ کے ذریعے کرپٹ لوگوں کی سہولت کی خاطر اس نظام میں اس بات کی بھی سہولت رکھی گئی ہے کہ وہ اپنے کالے دھن کے کچھ حصے کی قربانی دے کر اپنے آپ کو سزا سے بچا سکتے ہیں۔ تو پھر آخر کیوں یہ جمہوری نظام کرپشن کو پروان چڑھانے کے لیے نرسری نہ بنے۔

اسی طرح بجٹ میں مختلف درآمدی وبرآمدی اشیاء، صنعتی مشنری اور زرعی مصنوعات پر ٹیکسوں کے تعین کے ذریعے یہ حکمران اپنے اور اپنے منظورِ نظر افراد کے کاروبار، فیکٹریوں اور زرعی پیداوار کو فائدہ پہنچاتے ہیں یوں ان کا کاروباری منافع کروڑوں کی ہندسوں سے نکل کر اربوں میں پہنچ جاتا ہے۔ قانون سازی کا اختیار ہی انہیں یہ موقع فراہم کرتا ہے کیونکہ بجٹ درحقیقت ایک سال کے لیے نافذ کردہ قانون ہے جسے پارلیمنٹ کی منظوری سے نافذ کیا جاتا ہے۔

اگرچہ جمہوریت میں قانون بنانا عوامی نمائندوں کا مطلق اختیار ہے، تاہم پاکستان میں عملی صورتِ حال یہ ہے کہ آئین و قانون میں تبدیلی کا فیصلہ وزیر اعظم ہی اپنی قریبی لوگوں کے مشورے سے کرتا ہے، قانون کا متن قانونی ماہرین سے لکھوایا جاتا ہے، پھر اسے پارلیمنٹ میں بل کی شکل میں پیش کر دیا جاتا ہے۔ باقی اراکینِ اسمبلی محض اس کے حق میں یا مخالفت میں ہاتھ کھڑا کرتے ہیں۔ عملی طور پر قانون سازی میں ان کا کوئی خاص عمل دخل نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ بسا اوقات اکثر اراکین اسمبلی نے قانون کے مسودہ کو پڑھا بھی نہیں ہوتا! چنانچہ قانون سازی کے اس اختیار سے سب سے زیادہ فائدہ وزیر اعظم اور اس کے قریبی لوگ ہی اٹھاتے ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ پاکستان میں کرپشن کی وجہ یہ نظام بذاتِ خود ہے۔ جس میں اداروں کی شکل و ہیئت اور اختیارات کی تقسیم اس انداز سے کی گئی ہے کہ جو کرپشن کو جنم دے اور اسے پروان چڑھائے۔ یہ سب اس قانون سازی کے اختیار کی وجہ سے ہی ممکن ہو سکا جو جمہوری نظام میں انسان کو حاصل ہے۔ قانون سازی کے ذریعے ہی پاکستان کے آئین میں اس بات کا

تعین کیا گیا کہ وزیر اعظم اور دیگر وزراء کو کیا اختیارات حاصل ہوں گے۔

قانون سازی کے ذریعے ہی پاکستان کے آئین میں اس بات کا تعین کیا گیا کہ عوامی سہولیات کے محکموں کی سربراہی عوامی نمائندوں کے ہاتھ میں ہو گی۔ قانون سازی کے ذریعے ہی یہ طے کیا گیا ہے کہ اسمبلی ممبران کو بجٹ میں مختلف اشیاء، درآمدات و برآمدات پر ٹیکس لگانے اور چھوٹ دینے کا اختیار ہے۔

ایک مقولہ ہے کہ Power corrupts and absolute power corrupts absolutely "طاقت کرپٹ کرتی ہے اور مطلق طاقت لازمی طور پر کرپٹ کرتی ہے"، یہ مقولہ ان بادشاہتوں کے تناظر میں بولا جاتا ہے جو کہ مغرب میں جمہوری نظام کے نفاذ کے قبل قائم تھیں اور تمام اختیارات بادشاہوں کے ہاتھ میں مرکوز تھے اور وہ عوام پر ٹیکس عائد کر کے اور دیگر طریقوں سے ظلم ڈھاتے تھے۔ اس کے رِدِ عمل میں جب جمہوری نظام ترتیب دیا گیا تو اس طاقت کو وزارتوں کی شکل میں کئی لوگوں میں تقسیم کر دیا گیا تاکہ طاقت واختیار ایک ہاتھ میں مرکوز نہ ہو۔ لیکن یہ نظام کرپشن کے خاتمے میں ناکام رہا کیونکہ اس نظام میں قانون سازی کے تمام تر اختیار کو انسان کے ہاتھ میں ہی باقی رکھا گیا، بادشاہتوں میں یہ اختیار ایک شخص کے ہاتھ تھا، جمہوریت میں اسے بادشاہ سے لے کر پارلیمنٹ میں بیٹھے ہوئے چند افراد کے ہاتھ میں دے دیا گیا۔ قانون سازی کے اختیار سے بڑھ کر طاقت و قوت کوئی نہیں ہے کہ آپ کروڑوں لوگوں کے لیے یہ طے کرنے کا اختیار رکھتے ہیں کہ ان کے لیے کیا جائز ہو گا کیا ناجائز، کیا حلال ہو گا کیا حرام۔ اس نظام میں آپ جب چاہیں ٹیکس عائد کر کے اور اس کی شرح بڑھا کر عوام کے جیب پر ڈاکہ ڈال سکتے ہیں، ایک سرکولر جاری کر کے ان کے فارن کرنسی اکاؤنٹ فریز کر سکتے ہیں، عوام کی اصل ضروریات سے صرفِ نظر کرتے ہوئے محض اپنی اگلی باری کو پکا کرنے کی خاطر مختلف ترقیاتی پراجیکٹ ترتیب دے کر ان پر سودی قرضے حاصل کر سکتے ہیں۔

پاکستان کے نظام کا کرپٹ ہونا اور اس نظام میں کرپٹ لوگوں کا راج بیرونی استعماری طاقتوں کے مفاد کے بھی عین مطابق ہے۔ جہاں تک بیرونی استعماری طاقتوں کا تعلق ہے، تو انہیں پاکستان جیسے ممالک میں ایسے لوگ ہی بر سر اقتدار چاہئیں جو ذاتی مفاد کی خاطر عوام کا استحصال کرنے کے لیے تیار ہوں، اور اسی طرح ان طاقتوں کو پاکستان میں ایک ایسے نظام ہی کی ضرورت ہے جو ان کے ایجنٹ کرپٹ سیاستدانوں کو تحفظ فراہم کرتا ہو۔ ایسے کرپٹ سیاست دان ہی پاکستان میں امریکہ کے مفادات کا بہتر تحفظ کر سکتے ہیں، اور امریکی مفاد کی خاطر پاکستان اور اس کے عوام کو بلا تردد قربان کر سکتے ہیں، کیونکہ وہ اپنے مفاد کی خاطر بھی یہی کچھ کر تے ہیں۔

اسلامی نظامِ خلافت میں وہی شخص الیکشن لڑنے کے لیے آگے آتا ہے جو سیاست کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بنیاد پر سر انجام دینا چاہتا ہو

دوسری طرف یہ کرپٹ نظام فوجی قیادت کے مفاد کے بھی عین مطابق ہے، اگرچہ وہ بظاہر اُسیاست دانوں کی کرپشن پر ناگواری کا اظہار کرتی نظر آتی ہے۔ پاکستان کے سیاست دانوں کی کرپشن انہیں کنٹرول کرنے کو آسان بناتی ہے، خفیہ اداروں کے پاس سیاست دانوں کی کرپشن کے ثبوت ضرورت پڑنے پر ان کی وفاداریاں حاصل کرنے اور انہیں بلیک میل کرنے میں سہولت پیدا کرتا ہے۔ نیز یہ امر فوجی آمریت کے دور میں سیاسی جوڑ توڑ میں بھی سہولت پیدا کرتا ہے، مشرف کا دورِ حکومت اس کی واضح مثال ہے۔

یہ سب تو پاکستان کے جمہوری نظام میں کرپشن کے عوامل کے متعلق تھا، اب ہم اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ آخر خلافت کا نظام کیونکر اس کرپٹ ماحول کو تبدیل کر سکتا ہے۔

اسلامی نظامِ خلافت میں اداروں کی تشکیل اس انداز سے کی گئی ہے جو کرپشن کے مواقعوں کو مسدود کرتی ہے۔ اسلامی ریاست میں خلیفہ ریاست کا سربراہ ہوتا ہے اور وہ مختلف صوبوں میں والیوں کو بطور حکمران مقرر کرتا ہے جب کہ صوبے کے شہروں پر عامل مقرر کیے جاتے ہیں۔ اور ہر شہر کو انتظامی لحاظ سے چار حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

خلافت میں عوام کے مفاد کا انتظام مختلف محکمہ جات اور اداروں کے ذمے ہوتا ہے جن کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ مفادِ عامہ کی دیکھ بھال کے کام کو بخوبی سر انجام دیں۔ ہر مفادِ عامہ کے شعبے کا ایک منتظمِ اعلیٰ (Director General) ہوتا ہے اور اس کے تحت مختلف کاموں کیلئے علیحدہ ادارے ہوتے ہیں جن کا علیحدہ علیحدہ منتظم (Director) ہوتا ہے جو اس کام کا براہِ راست ذمہ دار ہوتا ہے۔ ایسے تمام منتظمین (Directors) اپنے کام کے پیشہ وارانہ پہلو کے اعتبار سے اپنے منتظمِ اعلیٰ کو جوابدہ ہوتے ہیں جبکہ قوانین اور عمومی احکامات کے نفاذ کے پہلو سے اپنے صوبے کے والی اور اپنے شہر کے عامل کے سامنے بھی جوابدہ ہوتے ہیں۔ یہ منتظمین ریاستی ملازم ہوتے ہیں اور یہ حکمران نہیں ہوتے، ان کا چناؤان کی قابلیت وپیشہ ورانہ صلاحیت کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔

صوبے کے والی کی ذمہ داری ہے وہ اپنی ولایہ کے تمام تر شہریوں کو بنیادی ضروریات یعنی پانی وروٹی، کپڑا اور مکان اور بنیادی سہولیات جیسا کہ صحت، تعلیم اور تحفظ فراہم کرے۔

اسی طرح اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ شہریت اور اس سے جنم لینے والے مسائل کے لیے خاطر خواہ منصوبہ بندی کرے، مواصلات فراہم کرے، زرعی سہولیات کا بندوبست کرے، روزگار کے مواقع کی دستیابی اور سڑکیں وپل کی تعمیر کرے۔ والی یہ کام مفادِ عامہ کے محکموں اور اداروں کے ذریعے سر انجام دیتا ہے جبکہ

صوبوں کی سطح پر موجود مجلسِ ولایہ میں عوامی نمائندے اس کام میں اس کی معاونت کرتے ہیں ،اسے مختلف علاقے کی ضروریات کے متعلق آگاہ کرتے ہیں اور تمام تر امور میں مشورہ دیتے ہیں۔ پاکستان کے موجودہ نظام کے برعکس مجلسِ ولایہ میں موجود نمائندے کسی محکمے کو نہ تو خود چلاتے ہیں اور نہ ہی ان کے پاس کوئی وزارت ہوتی ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا کہ مفادِ عامہ کے محکموں اوراداروں کے منتظمین ریاستی ملازمین ہوتے ہیں اور یہ حکمران نہیں ہوتے لہٰذا پالیسی سازی ان کے ہاتھ میں نہیں ہوتی بلکہ یہ خلیفہ و والی کا اختیار ہے اور اسے اسلام کی بنیاد پر طے کیا جاتا ہے۔ ان منتظمین کا کام اس پالیسی کو احسن اور تیز رفتاری سے نافذ کرنے کے لیے لائحہ عمل تیار کرنا، اس کے لیے جدید طریقوں کو اختیار کرنا، نئے اسالیب کو متعارف کرنا اور محکماتی امور کو سرانجام دینا ہوتا ہے۔

البتہ خلافت کا ریاستی ڈھانچہ ڈکٹیٹر شپ سے مختلف ہے جس میں ایک آمر سیاست دانوں سے اقتدار چھین کر حکومت کو بیوروکریسی اور ٹیکنوکریٹس کی مدد سے چلاتا ہے تاکہ عوامی نمائندوں کے محاسبے سے بچ سکے اور مطلق العنان فیصلے کر سکے۔ ریاستِ خلافت میں خلیفہ عوامی نمائندوں سے بے نیاز نہیں ہو سکتا کیونکہ ولایہ کی سطح پر عوامی نمائندوں پر مشتمل مجلسِ ولایہ اس کے ساتھ ہوتی ہے، اور اگر مجلسِ ولایہ کی اکثریت والی کی کارکردگی پر عدم اطمینان کرتے ہوئے والی کی برطرفی کا مطالبہ کرے تو خلیفہ کے لیے والی کو برطرف کرنا لازم ہوتا ہے۔ دوسری طرف خلافت میں مرکزی سطح پر مجلسِ امت ہوتی ہے جس کا کام حکمرانی کے امور میں خلیفہ ، والیوں اور عاملین کا محاسبہ کرنا اور ان کے اقدامات پر ہر وقت نظر رکھنا ہوتا ہے۔ پس خلافت پاکستان کی آمریتوں کی مانند نہیں کہ جس میں معین الدین قریشی اور شوکت عزیز کی طرح کے ٹیکنوکریٹس کو جو کہ ورلڈ بینک اور امریکہ کے سٹی بینک کے سابقہ ملازم تھے، بیرونی آقاؤں کے اشارے پر پاکستان میں حکومت چلانے کے لیے بھرتی کیا گیا تھا۔

اسلامی نظامِ خلافت میں جس طرح عوامی نمائندوں کے پاس وزارتیں نہیں ہوتیں اسی طرح ان کے مفاد کی خاطر کسی قسم کے ترقیاتی فنڈز بھی جاری نہیں کیے جاتے۔ کیونکہ علاقوں میں سڑکوں و گلیوں کی تعمیر و مرمت ،سٹریٹ لائٹس کی فراہمی، نکاسی آب وسیوریج کا نظام ،پارکوں کی تعمیر وغیرہ یہ سب مفادِ عامہ کے محکموں اور اداروں کے ذریعے بخوبی سرانجام دیا جاتا ہے۔ یہ والی و عامل کی بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ ان علاقوں کی ضروریات و مسائل سے آگاہ ہوں اور انہیں بلا تاخیر بروقت پورا کریں اور اس کام میں مجلس ولایہ والی کی مدد کرتی ہے۔

اسلام نے حکمران کے محاسبے کے لیے کڑے قوانین طے کیے ہیں۔ اگر حکمران کی دولت میں بے پناہ اضافہ ہو اور اس کی دولت اس کے ذرائع سے زیادہ ہو تو وہ اس سے لے کر بیت المال میں جمع کر دی جاتی ہے۔ دولت اور ذرائع آمدن میں تفاوت اس مال کو ضبط کر لینے کے لیے بطورِ ثبوت کافی ہے

یہاں یہ سوال اٹھتا ہے کہ اگر مفادِ عامہ کے محکمے یا ادارے کا سربراہ عوامی نمائندہ نہیں ہو گا تو جو کوئی بھی اس محکمے کا سربراہ ہو گا کرپشن کے راستے اس کے لیے بھی کھلے ہوں گے ، کرپشن خواہ عوامی نمائندہ کرے یا کوئی اور، لوگوں کے مسائل توجوں کے توں رہیں گے۔ تاہم بات یوں نہیں ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ محکموں کی سربراہی عوامی نمائندوں کے ہاتھ میں نہ ہونے کی وجہ سے سیاسی میدان کرپشن سے پاک ہو جاتا ہے۔ وہی شخص الیکشن لڑنے کے لیے آگے آتا ہے جو سیاست کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بنیاد پر سرانجام دینا چاہتا ہو۔ اسلام کے نظامِ خلافت میں مختلف عوامی محکموں کے سربراہ کا چناؤ اس محکماتی امور میں مہارت اور انتظامی صلاحیت کی بنا پر والی کرتا ہے۔ محکماتی امور میں مہارت کے لیے ایک تعلیمی عمل درکار ہے نہ کہ سیاسی عمل۔ایک کرپٹ اور نااہل شخص کے لیے اس چیز میں کوئی کشش نہیں کہ وہ ایک محنت طلب تعلیمی عمل کے نتیجے میں نوکری حاصل کرے اور پھر سال ہا سال کی محنت کے بعد وہ ترقی کرتا ہوا ایسے مقام پر پہنچے جہاں اسے وسیع اختیارات حاصل ہوں۔ اور عوامی نمائندوں کے برخلاف اس تمام عرصے کے دوران اپنی نوکری کے ذریعے اس کے پاس نہ تو کوئی علاقائی اثرورسوخ قائم کرنے کا موقع ہوتا ہے، نہ ہی شہرت کے ذرائع، اور نہ ہی اس کی خاطر کروڑوں کے فنڈز فراہم کیے جاتے ہیں۔ نیز تعلیمی عمل ایک خاص ذہنیت ترتیب دیتا ہے جو کہ ایک ایسے عوامی نمائندے کی ذہنیت سے یکسر مختلف ہے جس نے کروڑوں روپے کی سرمایہ کاری کی ہی اس لیے تاکہ وہ اس سے کئی کروڑ کما سکے۔

اور پھر یہ اس کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ یہ کام پانچ سال میں سرانجام دے کیونکہ اسے نہیں معلوم کہ آئندہ الیکشن کے نتیجے میں اس کی پارٹی اقتدار میں آئے گی یا نہیں اور پھر اسے وزارت حاصل ہو سکے گی یا نہیں۔

نظامِ خلافت میں قانون سازی کا حکمران اور عوامی نمائندوں کے ہاتھ میں نہ ہونا کرپشن کی روک تھام کا بہت بڑا سبب ہے۔ قانون سازی صرف و صرف خالقِ کائنات کا اختیار ہے جس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا: اِنِ الْحُكْمُ اِلاَّ لِلّٰهِ "قانون بنانے اور حکم چلانے کا اختیار صرف اللہ کا ہے"(سورۃ یوسف: 40)۔ پس ریاستِ خلافت میں قانون صرف اور صرف شرعی مصادر سے اخذ کیا جا سکتا ہے۔اور حکمران کسی حرام کو حلال اور کسی حلال کو حرام نہیں بنا سکتا اور نہ ہی کسی شرعی دلیل کے بغیر کسی

مباح چیز سے لوگوں کو منع کر سکتاہے۔ یہ امر حکمران کے ہاتھ باندھ دیتا ہے اور اسے اپنی مرضی و مفاد کو قانونی تحفظ دینے سے روک دیتا ہے۔ پس ریاستِ خلافت میں حکمران یہ نہیں کر سکتا کہ حربی کافر ملٹی نیشنل کمپنیوں کو سرمایہ کاری کے نام پر خلافت کے وسائل کے استحصال کرنے کے لیے قوانین میں نرمی کرے اور اس کے بدلے میں ذاتی بینک بیلنس بنائے۔ وہ یہ نہیں کر سکتا کہ بڑے بڑے جاگیر داروں کو خوش رکھنے کے لیے زرعی زمین پر خراج اور زرعی پیداوار پر عشر وصول نہ کرے کیونکہ اسلام نے ان محاصل کو طے کر دیا ہے۔ وہ یہ نہیں کر سکتا کہ پرائیویٹائزیشن کے ذریعے منافع بخش عوامی اداروں کی لوٹ سیل لگائے اور ہر ڈیل کے عوض کمیشن حاصل کرے، کیونکہ اسلام نے عوامی اثاثہ جات کو انفرادی ملکیت میں دینے کو حرام قرار دیا ہے۔ وہ یہ نہیں کر سکتا کہ بلوچستان کے لوگ تو قحط سالی اور پانی کی قلت سے مر رہے ہوں اور وہ اپنے علاقے میں سٹیڈیم کی تعمیر کی خاطر اربوں روپے خرچ کر دے یا اپنے دفتر کی تزئین و آرائش پر کروڑوں روپے لگا دے کیونکہ اسلام نے بنیادی ضروریات کی فراہمی کو لگژریز کی فراہمی پر ہر صورت فوقیت دی ہے۔ حکمران بغیر کسی شرعی دلیل کے بیت المال کی ایک پائی بھی خرچ نہیں کر سکتا۔ وہ نہ تو اپنی من مرضی کے ٹیکس عائد کر سکتا ہے، نہ ہی فیکٹریوں کے خام مال اور دیگر درآمدی اشیاء پر ڈیوٹیاں کم یا زیادہ کر کے اپنے اور اپنے منظورِ نظر لوگوں کے کاروبار کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ پس قانون سازی کے اختیار کا حکمران کے ہاتھ میں نہ ہونا اسے لوگوں کا استحصال کرنے اور اپنے لیے فائدہ سمیٹنے سے بھی روک دیتا ہے۔

خلافت میں خلیفہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے مقرر کردہ والیوں پر نظر رکھے اور ان کے اعمال کی جانچ پڑتال کرتا رہے۔ پھر خلیفہ کے اوپر نگرانی کے لیے مجلسِ امت موجود ہوتی ہے۔ خلافت میں مجلسِ امت میں حزبِ اقتدار اور حزبِ اختلاف کی تقسیم نہیں ہوتی بلکہ امت کا نمائندہ ہونے کی حیثیت سے مجلسِ امت کے تمام ممبران پر فرض ہوتا ہے کہ وہ خلیفہ، والی یا عامل یا ریاست کے کسی بھی ادارے کے ملازم کے کاموں پر باریکی سے نگاہ رکھیں اور اُن کا محاسبہ کریں۔ یہ محاسبہ کسی غلطی پر بھی ہو سکتا ہے اور کسی حکمِ شرعی کی خلاف ورزی پر بھی ہو سکتا ہے، یا اس بناء پر بھی ہو سکتا ہے کہ اس عمل سے مسلمانوں کو ضرر ہوا ہے، عوام پر ظلم ہوا ہے یا رعایا کے امور کی نگہداشت میں کوتاہی ہوئی ہے یا حکمران نے اپنی عہدے کو اپنے ذاتی مفاد کی خاطر استعمال کیا ہے یا کوئی مالی کرپشن کی ہے۔ خلیفہ پر واجب ہوتا ہے کہ وہ اِس محاسبہ اور اعتراضات کے جواب دے اور ان اعمال و تصرفات پر اپنا موقف واضح کرے اور اپنی حجت کو پیش کرے تا کہ مجلسِ امت مطمئن ہو سکے۔

> **اسلامی ریاست میں سرمایہ داریت، اشتراکیت (کیمونزم)، قومیت پرستی اور دیگر کرپٹ افکار کی بنیاد پر سیاسی جماعتیں بنانے اور سیاست کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ ہر جماعت کے منشور کا اسلامی افکار و احکامات کی بنیادوں پر استوار ہونا لازمی ہے۔**

مجلس امت کے ہر رکن کو بغیر کسی دباؤ کے اپنی بات کہنے اور اپنی رائے کا اظہار کرنے کا حق ہوتا ہے، ان حدود و قیود کی پابندی کرتے ہوئے جو شرع نے مقرر کی ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ عدالتی سطح پر حکمرانوں کے محاسبے کے لیے محکمہ مظالم کی عدالت موجود ہوتی ہے۔ محکمہ مظالم کا قاضی حکمرانی سے متعلق خلیفہ کے کسی غیر شرعی اقدام پر از خود نوٹس لے سکتا ہے خواہ کسی نے اس کے سامنے دعویٰ نہ بھی دائر کیا ہو۔ اور نظامِ خلافت میں حکمران قانون سازی کر کے اپنے آپ کو عدالتی محاسبے سے نہیں بچا سکتے، کیونکہ ان کے پاس قانون بنانے کا اختیار حاصل نہیں ہوتا۔

اسلام نے حکمران کے محاسبے کے لیے کڑے قوانین طے کیے ہیں۔ اگر حکمران کی دولت میں بے پناہ اضافہ ہو اور اس کی دولت اس کے ذرائع سے زیادہ ہو تو وہ اس سے لے کر بیت المال میں جمع کر دی جاتی ہے۔ دولت اور ذرائع آمدن میں تفاوت اس مال کو ضبط کر لینے کے لیے بطورِ ثبوت کافی ہے۔

اس کرپشن کو ثابت کرنے کے لیے کسی اور دستاویزیا اضافی ثبوت کی ضرورت نہیں۔ جب عمرؓ کو اپنے کسی والی پر بدعنوانی کا شبہ ہوتا تو یا تو وہ حساب شدہ مال سے زائد مال کو ضبط کر لیتے یا پھر وہ اسے والی اور باقی لوگوں کے درمیان بانٹ دیتے۔ وہ عہدہ دیئے جانے سے قبل اور واپس لیے جانے کے بعد والیوں کی دولت کا حساب لگاتے تھے اور اگر اُن کے اصولی حساب سے زیادہ پایا جاتا تو وہ یا تو اُس کو ضبط کر لیتے تھے اور یا وہ اُس کو تقسیم کر دیتے تھے اور ضبط کیے ہوئے مال کو ریاستی خزانے (بیت المال) میں جمع کر دیتے تھے۔ عبد الرحمٰن بن عبد اللہ ابو القاسم المصري نے اپنی تصنیف "مصر اور مراکش کی فتوحات" میں ذکر کیا ہے کہ امیر المومنین عمرؓ نے محمد بن مسلمہ کو عمرو بن العاصؓ کی جانب بھیجا اور لکھا کہ: "میں نے تمہاری طرف محمد بن مسلمہ الأنصاري کو بھیجا ہے تا کہ تمہارے (اضافی) مال کو تقسیم کر دے، پس اپنا مال پیش کر دو، والسلام"، پھر عمرو بن العاصؓ نے اپنا مال پیش کیا جس کو محمد بن مسلمہ نے تقسیم کیا اور واپس لوٹ گئے۔

یہ پاکستان کے جمہوری نظام سے یکسر مختلف ہے جہاں قوانین اس انداز سے بنائے گئے ہیں کہ کرپشن کو ثابت کرنا نہایت مشکل ہے، پس سیاست دان دھڑلے سے کرپشن کرتے ہیں اور پھر بڑے اطمینان سے کہتے ہیں

کہ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ میں نے کرپشن کی ہے تو عدالت میں اسے ثابت کردیں۔

یہاں اس بات کو سمجھنا نہایت ضروری ہے کہ اسلام نے نظام کے صاف ستھرا ہونے اور کرپشن کے خاتمے کو حکمران کے انفرادی تقوے پر ہی نہیں چھوڑا جیسا کہ بعض لوگ گمان کرتے ہیں۔ اور اس لیے وہ یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ آپ اسی نظام میں اچھے لوگوں کو اوپر لے آئیں تو اس نظام سے بھی ثمرات حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ یہ سوچ اسلام کے نظام سے متعلق کم فہمی پر مبنی ہے۔ اسلامی نظامِ خلافت کا اپنا ایک ڈھانچہ ہے، جو جمہوری نظام سے یکسر مختلف ہے۔ جس طرح اسلام نے نماز، حج روزہ زکوۃ، جہاد سے متعلق قوانین طے کردیے ہیں، اور نکاح و طلاق، تجارت، لین دین کے متعلق احکامات دیے ہیں جنہیں قرآن و سنت سے اخذ کیا جاتا ہے اسی طرح اسلام نے ریاستی نظام کے متعلق بھی احکامات دیے ہیں جس کے ذریعے یہ طے کردیا ہے کہ اس نظام کی شکل وہیئت کیا ہوگی، اس کے ادارے کون کون سے ہیں، حکمران کے اختیارات کیا ہیں، کس صورتِ میں اسے معزول کیا جاسکتا ہے اور کون اس کا اختیار رکھتا ہے، کون کون سے ٹیکس عائد کیے جاسکتے ہیں، عدالتوں کی اقسام کیا ہیں وغیرہ، یہ سب بھی اسلام کے احکامات کا حصہ ہیں اور انہیں بھی قرآن و سنت سے ہی اخذ کیا جاتا ہے۔ مسلمانوں کے لیے ہرگز جائز نہیں کہ وہ ریاستی ادارے کی تشکیل میں مغربی جمہوری نظام کی نقل کریں اور حکمرانی میں اسلام کے کردار کو چند آئینی دفعات کے ردوبدل اور محض اچھے وصاف ستھرے لوگوں کے چناؤ تک محدود کردیں۔ ایسا کرنا اسلام اور کفر کا ملغوبہ تیار کرنا ہے۔ اسلام ہر لحاظ سے ایک مکمل دین ہے، اسلامی ریاست میں ریاستی ڈھانچے کا مکمل طور پر شرعی مصادر سے اخذ کردہ ہونا لازمی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں واضح طور پر ارشاد فرمایا ہے: وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ "جو اسلام کے علاوہ کسی اور دین (نظام ہائے حیات) کو چاہے گا وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا" (آل عمران: 85)۔ اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((ومن احْدَثَ فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رَدّ)) "جو کوئی ہمارے حکم (دین) میں کوئی ایسا حکم (قانون) داخل کرتا ہے جو اس (دین) میں سے نہیں تو وہ (قانون) مردود ہے" (مسلم)

البتہ اسلام اس بات کو بھی یقینی بناتا ہے کہ حکمران ہوں یا عوامی نمائندہ یا پھر مفادِ عامہ کے محکموں اور اداروں میں فائز کوئی شخص، سب تقویٰ کی صفت سے موصوف ہوں۔ اللہ کا خوف ایک شخص کو موقع ملنے کے باوجود کرپشن کرنے سے ازخود روک دیتا ہے۔ خلافت اس چیز کو معاشرے میں مضبوط اسلامی ماحول کے قیام کے ذریعے حاصل کرتی ہے۔

> **اسلامی نظامِ خلافت میں حکمران یا عوامی عہدے کے حامل کسی شخص کے لیے اس بات کی کوئی گنجائش موجود نہیں کہ وہ اپنے آپ کو لوگوں سے ممتاز کرے**

اور اس کے لیے نظامِ خلافت کا تعلیمی نظام اور میڈیا ہراول دستے کا کام کرتے ہیں۔ اعلیٰ تعلیم سے قبل ابتدائی بنیادی تعلیم کا بنیادی ہدف ہی اسلامی شخصیت کی تعمیر ہے۔ چنانچہ خلافت کا نصاب آج کے کفریہ افکار پر مشتمل نصاب سے یکسر مختلف ہوگا اور اسلام کو بچپن سے مسلمانوں کے دل ودماغ میں راسخ کرے گا۔

اسلامی ریاست میں سرمایہ دارانہ آئیڈیالوجی (کیپٹلزم)، اشتراکیت (کیمونزم) قومیت پرستی اور اس طرح کے دیگر کرپٹ افکار کی بنیاد پر سیاسی جماعتیں بنانے اور سیاست کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ ہر جماعت کے منشور کا اسلامی افکار و احکامات کی بنیادوں پر استوار ہونا لازمی ہے۔ وہ حکمرانی سے متعلق اپنی رائے کو بیان کرسکتی ہیں تاہم وہ اسلام کے بر خلاف کوئی رائے اختیار نہیں کرسکتیں۔ یہ امر سیاست میں فکری کرپشن کا دروازہ بند کرتا ہے۔ اور سیاسی جماعتوں میں ایسے لوگوں کی شمولیت کی حوصلہ افزائی کرتا ہے جو اسلام کا شعور رکھتے ہوں اور اسلام کو اپنے قول و فعل کے لیے بنیاد بنانے کے عادی ہوں اور امت میں بھی اسلامی سیاسی شعور کو فروغ دیں۔

دوسری طرف خلافت نظامِ تعلیم، میڈیا اور عدالتی نظام کے ذریعے امت کی بھرپور اسلامی تربیت کرتی ہے کہ وہ اپنے ہر عمل میں اسلام کو بنیاد بنائیں خواہ وہ انفرادی معاملات ہوں یا سیاست، ان کی پسند و ناپسند اسلام کے تابع ہو اور وہ اپنے ذاتی مفاد پر اسلام کو ترجیح دینے والے بنیں۔ اور حکمران اور عوامی نمائندوں کے چناؤ کے وقت بھی اسی اسلامی تربیت کا اظہار ہو تاکہ مجلسِ امت اور مجالسِ ولایات کی غالب اکثریت متقی، اسلامی لحاظ سے بیدار اور قابل سیاست دانوں پر مشتمل ہو۔

اسلامی نظامِ خلافت میں حکمران یا عوامی عہدے کے حامل کسی شخص کے لیے اس بات کی کوئی گنجائش موجود نہیں کہ وہ اپنے آپ کو لوگوں سے ممتاز کرے، ان کی تذلیل کرے اور لوگ اس کے آگے پیچھے پھریں۔ حضرت ابی بن کعبؓ ایک جلیل القدر صحابی تھے۔ آپ قرآن کی قرآت کے ماہر تھے اور لوگ قرآن سیکھنے کے لیے ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں ایک مرتبہ بہت سے لوگ ابی بن کعبؓ سے ملنے کے لیے گئے۔ جب مجلس برخاست ہوئی تو لوگ ادب اور تعظیم کے لیے ان کے ساتھ ساتھ چلنے لگے۔ اتفاق سے عمرؓ ادھر آنکلے۔۔۔

بقیہ صفحہ 4 پر

خلافت اور مہدیؒ

تحریر: عبدالمؤمن الزیلعی

اسلام کی حقیقت سے بے خبر اور اس کے احکامات کے مزاج سے ناواقف کچھ لوگ کہتے ہیں "خلافت صرف امام مہدی کے ہاتھوں قائم ہوگی، اس کے لیے کسی کوشش اور جدوجہد کی ضرورت نہیں"۔ یہ فکر ایک بھٹکی ہوئی اور تباہ کن فکر ہے۔ ان جیسے افکار کی بدولت کتنے ہی لوگ اقامتِ خلافت کے عظیم فرض کے لیے کوشش سے راہِ فرار اختیار کر کے گناہ کے مرتکب ہوئے اور خلافت کو مؤخر کرنے اور سیکولر ازم کے استحکام کے کفریہ مقاصد کی تکمیل میں معاون بنے۔

میں اس غلط فکر کے جواب میں کہتا ہوں:

1۔ اسلامی ریاستِ خلافت جو اسلامی احکامات کو نافذ کرتی ہے ،یعنی ریاست کے اندر اسلام کی حکمرانی کو قائم کرتی ہے اور دعوت وجہاد کے ذریعے انسانیت تک اسلام کا پیغام پہنچانے میں تمام مسلمانوں کی قیادت کرتی ہے، اس ریاست کے قیام کے لیے عملی جدوجہد وہ عظیم فریضہ ہے جو کتاب و سنت اور اجماعِ صحابہ رضوان اللہ علیہم سے ثابت ہے۔ امام القرطبیؒ کے بقول اس کے فرض ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں سوائے بے بہرے شخص کے، کیونکہ ایسا شخص شریعت سے ہی بے بہرہ ہے۔ فرض حکم پر عمل کا ایک متعین طریقہ ہوتا ہے، از خود کوئی طریقہ گھڑ لینے سے انسان گناہ کا مرتکب قرار پاتا ہے۔ یعنی ایک شرعی فریضہ کے قیام کا انتظار نہیں کیا جاتا بلکہ اس کے لیے اسی طرح کام کیا جائے گا جیسا کہ شرع نے اس کا حکم دیا ہے، رہا نتائج کا حصول، تو وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سپرد ہے۔

2۔ چونکہ فرض حکم کے قیام کا طریقہ بھی شریعت سے ہی لیا جاتا ہے اس لیے اس کی ادائیگی میں انہی خصوصیات اور طور طریقوں کو مد نظر رکھنا ضروری ہوتا ہے جو شرع سے ثابت ہوں (ورنہ وہ غیر شرعی طریقہ ہوگا)۔ مثلاً زکوٰۃ کی ادائیگی کے معنی ہیں، مال کا نصاب پورا ہونے اور سال گزرنے کے بعد اس میں سے اڑھائی فیصد نکالنا۔ اسی طرح نماز قائم کرنے کے معنی ہیں وہ کیفیت جس کے ساتھ ہم نماز پڑھتے ہیں۔ ایک فرض عمل ہونے کے ناطے خلافت کے قیام کا طریقہ شرع میں بیان کیا گیا ہے، یعنی مدینہ منورہ میں پہلی اسلامی ریاست کے قیام کے لیے رسول اللہ ﷺ کا اختیار کردہ منہج اور طریقہ کار۔

> خلافت فرشتوں کے پروں پر اتر کر نہیں آئے گی، بلکہ انسانوں میں سے کچھ لوگ اس کو قائم کرنے کے لیے کام کریں گے اور یہ پوری امت کا مسئلہ ہے، اللہ کی طرف سے کسی معین شخص کو اس کا حق دار نہیں بنایا گیا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ خلافت کے لیے کام فرض اور ضروری ہے۔

3۔ یہ فریضہ اس کے اپنے مخصوص شرعی طریقہ کے علاوہ کسی دوسرے طریقہ سے ادا تصور نہیں ہوگا، جس طرح ایک شخص نماز پڑھے، روزہ رکھے، حج ادا کرے اور زکوٰۃ دے، اس کے بارے میں یہی کہا جائے گا کہ اس کے ذمہ سے نماز وروزہ، حج اور زکوٰۃ اُتر گئے، مگر ان فرائض کی ادائیگی سے اقامت خلافت کا فریضہ بھی ادا ہوا، ایسا بالکل نہیں۔ سو جس طرح نماز کی ادائیگی سے زکوٰۃ کی ادائیگی کا فرض پورا نہیں ہوتا، اسی طرح تمام دیگر فرائض کی ادائیگی خلافت کے قیام کے فرض کو پورا نہیں کرتی۔ اور جس طرح جہاد کرنے سے نماز کا فرض ادا نہیں ہوتا اسی طرح جہاد کرنے سے خلافت کے قیام کے فرض بھی ادا نہیں ہوتا۔

4۔ خلافت کا شرعی طریقہ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ ہے جو آنحضرت ﷺ نے مدینہ منورہ میں دار الاسلام کے قیام کے لیے اپنایا تھا، اب اگر کسی کے پاس اس مذکورہ طریقے کے علاوہ کسی اور طریقے کی کوئی دلیل ہو تو وہ لے کر آئے۔

5۔ خلافت کا اولین قیام ایک علاقے میں ہوتا ہے پھر رفتہ رفتہ اس میں توسیع ہوتی ہے، ایسا ہرگز نہیں ہوگا کہ تمام کے تمام علاقوں میں یہ یکدم قائم ہوگی۔ یہ ایسی ریاست ہوتی ہے جو مقامی طور پر شرع کے احکامات کا نفاذ کرتی ہے اور دنیا بھر میں اس کی دعوت لے کر جاتی ہے، اس کا نام خواہ کچھ بھی رکھا جائے یا اس کے سربراہ کو کسی بھی لقب سے پکارا جائے۔ مسئلہ اس کے نام یا اس کے سربراہ کے نام اور لقب میں نہیں۔ اسے آپ خلیفہ، رئیس، امام یا امیر المؤمنین کہہ سکتے ہیں، اصل اعتبار نظام حکومت، نظام ہائے زندگی اور جہاں یہ قائم ہو، وہاں پر اس کے جواز کی شرائط کے موجود ہونے کا ہے۔

6۔ خلافت فرشتوں کے پروں پر اتر کر نہیں آئے گی، بلکہ انسانوں میں سے کچھ لوگ اس کو قائم کرنے کے لیے کام کریں گے اور یہ پوری امت کا مسئلہ ہے، اللہ کی

طرف سے کسی معین شخص کو اس کا حق دار نہیں بنایا گیا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ خلافت کے لیے کام فرض اور ضروری ہے۔

7۔ اگر امام مہدی وہی شخص ہیں جو خلافت قائم کریں گے تو وہ ایک آدمی ہی ہوں گے، ان کے ماتھے پر یہ نہیں لکھا ہو گا کہ یہ خلیفہ ہے، لوگوں کو ان کے مہدی ہونے کے بارے میں اس وقت ہی پتہ چلے گا جب وہ اسلام کے ذریعے حکمرانی کرنے لگیں گے اور اس کو ایسے احسن انداز سے نافذ کریں گے جس سے عدل و انصاف کا بول بالا اور ظلم و شر کا خاتمہ ہو گا۔ لوگ یوں ہی ان کے پیروکار نہیں بنیں گے، لوگوں نے تو اس ہستی کو بھی جھٹلایا تھا جس کا مقام و مرتبہ مہدی سے نہایت اعلیٰ و برتر ہے، یعنی رسول اللہ ﷺ۔ اللہ کے ہاں مہدی کا مقام رسول ﷺ سے بڑھ کر نہیں۔ اس لیے مہدی کے بارے میں بھی امت کے پاس آگاہی ہو گی اور اہل قوت کے لیے ان کا ساتھ دینا اور ان کی حفاظت کرنا ضروری ہو گا۔

8۔ شرع نے اسلامی احکامات کو کسی شخص کے وجود کے ساتھ نہیں جوڑا۔ اس لیے مہدی کے انتظار میں خلافت کے لیے عمل کو چھوڑے رکھنا دین و شریعت کو معطل کرنا ہے۔ یعنی یہ کہنا کہ "خلافت کا قیام اور دین کا نفاذ ظہوری مہدی پر منحصر ہے، اس سے پہلے فرض نہیں !!"۔ ہم پر لازم ہے کہ ہم اپنی ذمہ داری ادا کرنے کے لیے ایک فرض کے قیام کے لیے کام کریں۔ اگر یقیناً مہدی ہی وہ شخص ہیں جو اسے قائم کریں گے، ہم سے پھر بھی جس چیز کا مطالبہ ہو گا وہ اس کے لیے کام کا ہے، مہدی کی تلاش کا سوال ہم سے نہیں ہو گا، ہمارا اصل مسئلہ خلافت کی قابل کسی شخصیت کی تلاش نہیں، جبکہ ابھی یہ قائم ہی نہیں ہوئی۔ ہمارا مسئلہ سنگِ بنیاد رکھنا اور امت کی نشاۃِ ثانیہ ہے، خدارا! ذرا سوچیے! کیا بے عملی پر اُکسانے والے مذکورہ بالا افکار سے امت کی نشاۃِ ثانیہ ہو گی؟

9۔ محض غیب پر توکل کر کے بیٹھے رہنا اور شرعی لحاظ سے مطلوب عمل سے جی چرانا اسلام میں جائز نہیں، مسلمانوں کی تباہی و ہلاکت جس فرقے کے افکار کے ہاتھوں ہوئی وہ قدریہ غیبیہ فرقہ ہی تھا۔ اس فرقے نے مسلمانوں کو اس حد تک نکمّا بنایا تھا کہ وہ بہت سے فرض اعمال کی ادائیگی میں سستی دکھانے لگے تھے، ہم کیوں

شرع نے اسلامی احکامات کو کسی شخص کے وجود کے ساتھ نہیں جوڑا۔ اس لیے مہدی کے انتظار میں خلافت کے لیے عمل کو چھوڑے رکھنا دین و شریعت کو معطل کرنا ہے۔ ہم پر لازم ہے کہ ہم اپنی ذمہ داری ادا کرنے کے لیے ایک فرض کے قیام کے لیے کام کریں

سطحی ذہن کے لوگوں اور درویشوں کی طرح سوچنے لگتے ہیں؟ کیا اس قسم کے نامراد افکار عثمانی خلافت کے خاتمے کی وجوہات میں ایک وجہ نہیں بنے تھے؟

10۔ جیسا کہ اصولِ فقہ میں تفصیلاً واضح کیا گیا ہے کہ پیشن گوئی والی احادیث میں اگر طلب کا قرینہ (کسی عمل کو کرنے کا مطالبہ) موجود نہ ہو تو وہ صرف اور صرف اِخبار یعنی پیشن گوئی کہلاتی ہیں۔ چنانچہ ایسی احادیث سے عملی احکامات اخذ نہیں کیے جاتے۔ مہدی کے بارے میں جو احادیثِ صحیحہ وارد ہوئی ہیں ان میں کسی ایک حدیث میں بھی طلب کا قرینہ موجود نہیں، سوائے یہ کہ مہدی کا ساتھ دیا جائے اور ان کی پیروی کی جائے، اس کا تعلق تو اس وقت سے ہے جب اُن کا ظہور ہو جائے۔

11۔ رسول کریم ﷺ سے کچھ ایسی احادیث روایت کی گئی ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ مہدی ایک خلیفہ کی موت کے بعد آئیں گے، اس کا مطلب ہے کہ خلافت مہدی کے ظہور سے پہلے قائم ہو چکی ہو گی، اس کو پہلی مرتبہ قائم کرنے والے مہدی نہیں ہوں گے۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول:((يَكُونُ اخْتِلَافٌ عِنْدَ مَوْتِ خَلِيفَةٍ فَيَخْرُجُ رَجُلٌ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ، فَيَأْتِي مَكَّةَ، فَيَسْتَخْرِجُهُ النَّاسُ مِنْ بَيْتِهِ وَهُوَ كَارِهٌ فَيُبَايِعُونَهُ بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ، فَيُجَهَّزُ إِلَيْهِ جَيْشٌ مِنَ الشَّامِ، حَتَّى إِذَا كَانُوا بِالْبَيْدَاءِ خُسِفَ بِهِمْ، فَيَأْتِيهِ عَصَائِبُ الْعِرَاقِ وَأَبْدَالُ الشَّامِ، وَيَنْشَأُ رَجُلٌ بِالشَّامِ، وَأَخْوَالُهُ كَلْبٌ فَيُجَهِّزُ إِلَيْهِ جَيْشٌ، فَيَهْزِمُهُمُ اللَّهُ، فَتَكُونُ الدَّبْرَةُ عَلَيْهِمْ، فَذَلِكَ يَوْمُ كَلْبٍ، الْخَائِبُ: مَنْ خَابَ مِنْ غَنِيمَةِ كَلْبٍ، فَيَسْتَفْتِحُ الْكُنُوزَ، وَيُقَسِّمُ الْأَمْوَالَ، وَيُلْقِي الْإِسْلَامُ بِجِرَانِهِ إِلَى الْأَرْضِ، فَيَعِيشُ بِذَلِكَ سَبْعَ سِنِينَ أَوْ قَالَ: تِسْعَ سِنِينَ(((رواه الطبراني في الأوسط، وذكره الهيثمي في مجمع الزوائد، وقال (رجاله رجال الصحيح)" میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ایک خلیفہ کے انتقال پر اختلاف ہو جائے گا، پھر بنی ہاشم میں سے ایک شخص کھڑا ہو گا اور مکّہ آجائے گا، لوگ اس کو اس کے مکان سے زبردستی نکال لائیں گے، پھر وہ ان کو رکن (یمانی) اور مقام ابراہیم کے درمیان بیعت دیدیں گے۔ پھر ملکِ شام سے ایک لشکر ان سے جنگ کے لیے روانہ ہو گا، (مہدی تک پہنچنے سے پہلے) جب وہ ایک چٹیل میدان میں پہنچ جائیں

گے ، ان کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا ،(اس عبرت خیز ہلاکت) کے بعد اس کے پاس عراق کے بہترین لوگ اور شام کے مخلص عبادت گزار آجائیں گے ، بعد ازاں ایک قریشی شخص (یعنی سفیانی) جس کی ننھال قبیلہ کلب میں سے ہو گی، خلیفۂ مہدی اور ان کے اعوان و انصار سے جنگ کے لئے ایک لشکر بھیجے گا۔ یہ لوگ اس حملہ آور لشکر پر غالب ہوں گے یہی (جنگ) کلب ہے۔ اس دن وہ شخص ہی گھاٹے میں ہو گا جو کلب سے حاصل شدہ غنیمت میں شریک نہ ہو (اس فتح و کامرانی کے بعد) خلیفہ مہدی خوب مال تقسیم کریں گے اور لوگوں کو ان کے نبی ﷺ کی سنت پر چلائیں گے اور اسلام مکمل طور پر زمین میں مستحکم و غالب ہو جائے گا۔ بحالتِ خلافت، مہدی دنیا میں سات سال اور بعض روایات کے مطابق نو سال رہ کر وفات پاجائیں گے "(اس حدیث کو امام طبرانی نے الاوسط میں اور امام ہیثمی نے مجمع الزوائد میں روایت کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں)۔ اس حدیث کے راوی اور شارحین اس پر متفق ہیں کہ حدیث میں مذکورہ خلیفہ ہی مہدی ہیں۔ حدیث کے آغاز ہی میں راوی کہتا ہے، «اخْتِلَافٌ عِنْدَ مَوْتِ خَلِيفَةٍ» "خلیفہ کی موت ہونے پر اختلاف ہو گا" اس کا مطلب ہے کہ خلافت مہدی کے ظہور سے پہلے قائم ہو چکی ہو گی۔

12۔ سابقہ حدیث میں خلیفہ کا لفظ ایک شرعی اصطلاح ہے ، اس کو اس کے حقیقی معنی کے علاوہ کسی اور معنی کے لیے استعمال کرنا جائز نہیں سوائے یہ کہ اس دوسرے معنی کی طرف اشارہ کرنے والا کوئی قرینہ پایا جائے ۔ شرعی اصطلاح میں خلیفہ وہ حکمران ہوتا ہے جسے شرعی بیعت کی بنیاد پر تمام مسلمانوں کی عمومی سربراہی حاصل ہو ، مسلمانوں نے اس کو اسلام کے ذریعے حکمرانی کی شرط پر بیعت دی ہو اور یہ کہ وہ دعوت اور جہاد کے ذریعے اسلام کو دنیا میں پھیلائے گا۔ اس لیے بعض لوگوں کا یہ پروپیگنڈا غلط ہے کہ حدیث میں خلیفہ کی موت کے معنی ہیں آج کل کے حکمرانوں میں سے کسی حکمران کی موت، جو نہ تو اسلام کو نافذ کرتے ہیں اور نہ ہی ان کی کوئی شرعی بیعت ہوتی ہے، نہ ہی ان کو تمام مسلمانوں کی عمومی قیادت حاصل ہوتی ہے۔

مہدی کے لیے انتظار سے خلافت کے قیام میں تاخیر ہو گی اور ظالم کفار کو اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے بے تحاشا مواقع فراہم ہوں گے، اس لیے خلافت کو مہدی کے ساتھ خاص کرنے کا تصور کفار اور منافقین کو تقویت فراہم کرتا ہے

13۔ مہدی کے لیے انتظار سے خلافت کے قیام میں تاخیر ہو گی اور ظالم کفار کو اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے بے تحاشا مواقع فراہم ہوں گے ، اس لیے خلافت کو مہدی کے ساتھ خاص کرنے کا تصور کفار اور منافقین کو تقویت فراہم کرتا ہے ، یہ ایک مدہوش رکھنے والا گمراہ کن تصور ہے جس کی وجہ سے بہت سے شیعہ اور سنی مسلمان بے عملی کی زندگی گزار رہے ہیں۔

اہلِ تشیع حضرات سرداب کے مقام سے ان کے ظہور کے منتظر بنے بیٹھے ہیں اور اہلِ سنت میں سے کچھ لوگ حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان ان کے ظہور کا انتظار کر رہے ہیں!!!! چنانچہ جو مسلمان اس عظیم فریضے کے قیام کے لیے کام نہیں کرتا وہ شعوری یا غیر شعوری طور پر بہر حال کفار کی خدمت میں لگا ہوا ہے، کفار اسی طرح کے افکار کو مسلمانوں کے اندر مضبوط کرنے کی کوشش میں ہیں، ایسے مسلمان کفار کے اس دعوے کو ثابت کرنے میں اپنا حصہ ڈال رہے ہیں کہ سیکولرازم ہی مسائل کا حل ہے، بلکہ ایسا شخص ان کی اس بات میں بھی ان کا ساتھ دے رہا ہے کہ خلافت ایک پاپائیت نما ریاست ہوتی ہے اور خلافت ایک خدائی منصب ہے جس کے لیے اللہ کی طرف سے کسی کا انتخاب کیا جاتا ہے۔

ایسے احادیث نبوی بھی آئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت کے نقش قدم پر دوبارا خلافت قائم ہو گی اور ایسا اللہ کی مرضی سے ہو گا، ان احادیث کی تصدیق واجب ہے:

1۔ ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «إِنَّ اللَّهَ زَوَى لِي الْأَرْضَ، فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا، وَإِنَّ أُمَّتِي سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَا زُوِيَ لِي مِنْهَا...» "بے شک اللہ سبحانہ نے میرے لیے زمین کو سمیٹ کر دکھایا تو میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھا، اور بے شک میری امت کی حکومت وہاں تک پھیلے گی جہاں تک مجھے دکھائی گئی"۔ اس کو مسلمؒ، ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ نے روایت کیا ہے۔ آپ ﷺ کا یہ فرمان، «وَإِنَّ أُمَّتِي سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَا زُوِيَ لِي مِنْهَا» "اور بے شک میری امت کی حکومت وہاں تک پھیلے گی جہاں تک مجھے دکھائی گئی" ابھی تک پورا نہیں ہوا، کیونکہ مسلمان ابھی مشرق و مغرب کے

مالک نہیں بنے۔ ظاہر ہے کہ مستقبل میں ہی ایسا ہو کر رہے گا، اس میں بھی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ زمین کے مشرق و مغرب میں فتوحات حاصل کرنے کے لیے مسلمانوں کی ریاست قائم ہونے والی ہے۔

2۔ ابنِ عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «إِذَا تَبَايَعْتُمْ بِالعِينَةِ، وَأَخَذْتُمْ أَذْنَابَ البَقَرِ، وَرَضِيتُمْ بِالزَّرْعِ، وَتَرَكْتُمُ الجِهَادَ، سَلَّطَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ ذُلًّا لَا يَنْزِعُهُ حَتَّى تَرْجِعُوا إِلَى دِينِكُمْ» " میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا: جب تم عینہ (یعنی کسی چیز کو ادھار زیادہ قیمت پر بیچ کر قیمت وصول کرنے سے پہلے کم قیمت پر نقداً خریدنا) کے ساتھ خرید و فروخت کرنے لگو گے اور بیلوں کی دُمیں پکڑ لو گے، کھیتی باڑی کو پسند کرو گے اور جہاد کو چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ذلت مسلط کر دے گا اور اس وقت تک اس کو دور نہیں کرے گا جب تک تم اپنے دین کی طرف واپس نہیں پلٹ آؤ گے" (اس کو ابوداؤدؒ نے روایت کیا)۔ آپ ﷺ کا یہ فرمان کہ «حَتّى تَرْجِعُوا إِلَى دِينِكُمْ» " جب تک کہ تم اپنے دین کی طرف واپس نہیں پلٹ آؤ گے" اس کے معنی یہ ہیں کہ جب تک تم اپنے دین پر عمل اور کارزارِ حیات میں اس کی بالادستی کی طرف پھر سے رجوع کرو۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ایک خوشخبری ہے کہ مسلمان اپنے دین کی طرف دوبارہ لوٹیں گے، جبکہ وہ اس سے پہلے اسلام کی حکمرانی کو چھوڑ بیٹھے ہوں گے۔

3۔ ابی قبیل سے روایت ہے ((كُنَّا عِنْدَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِي، وَسُئِلَ: أَيُّ الْمَدِينَتَيْنِ تُفْتَحُ أَوَّلًا: الْقُسْطَنْطِينِيَّةُ أَوْ رُومِيَّةُ؟ فَدَعَا عَبْدُ اللَّهِ بِصُنْدُوقٍ لَهُ حَلَقٌ، قَالَ: فَأَخْرَجَ مِنْهُ كِتَابًا، قَالَ: فَقَالَ عَبْدُ اللَّه بَيْنَمَا نَحْنُ حَوْلَ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم نَكْتُبُ، إِذْ سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم : أَيُّ الْمَدِينَتَيْنِ تُفْتَحُ أَوَّلًا: قُسْطَنْطِينِيَّةُ أَوْ رُومِيَّةُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم ((مَدِينَةُ هِرَقْلَ تُفْتَحُ أَوَّلًا يَعْنِي قُسْطَنْطِينِيَّةَ)) (رواه أحمد.)" ہم عبد اللہ بن عمرو بن العاص کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، کسی نے ان سے پوچھا: قسطنطنیہ اور روم میں سے کونسا شہر پہلے فتح کیا جائے گا؟ یہ سن کر عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے ایک صندوق منگوایا جس کے ساتھ حلقے جڑے ہوئے تھے: راوی کہتا ہے آپ نے اس میں سے ایک کاغذ نکالا، پھر عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے لکھ رہے تھے کہ اس دوران رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: قسطنطنیہ اور روم میں سے کونسا شہر پہلے فتح کیا جائے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا: ہرقل کا شہر پہلے فتح ہو گا، راوی کہتا ہے اس سے آپ ﷺ کی مراد قسطنطنیہ تھا" (اس کو امام احمدؒ نے روایت کیا)۔

خلافت شریعت کی رو سے فرض ہے۔ خلافت ایک حقیقت تھی، تاریخ کی کتابیں اس کے تذکروں سے بھری پڑی ہیں، مغرب اس کی واپسی سے لرزہ براندام ہے، اور اس کے قیام کو مؤخر کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے۔ انشاءاللہ آنے والی خلافت خلافت علیٰ منہاج النبوۃ ہو گی۔

پس رسول اللہ ﷺ سے جب قسطنطنیہ اور روم کے حوالے سے سوال کیا گیا، تو آپ ﷺ نے یہ نہیں کہا "روم نہیں فتح ہو گا"، بلکہ یہ کہا کہ قسطنطنیہ پہلے فتح کیا جائے گا، یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ قسطنطنیہ کی فتح کے بعد روم بھی فتح ہو گا۔ چونکہ روم کو آج تک مسلمانوں نے نہیں فتح کیا، اس لیے یہ حدیث بھی ایک خوشخبری ہے کہ مسلمان اٹلی کی دار الحکومت روم کو فتح کریں گے، یہ نہ سوچیں کہ خلافت کے قیام کے بغیر مسلمان اس کو فتح کر سکیں گے، کیونکہ یہ جہاد کے بغیر نہیں ہو گا، اور خلافت ہی جہاد کو اصل شکل میں زندہ کر کے ملک کے ملک فتح کرے گی۔

4۔ نعمان بن بشیر نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ فرماتے ہیں ((قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ((تَكُونُ النُّبُوَّةُ فِيكُمْ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةٌ عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ، فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُونُ مُلْكًا عَاضًّا، فَيَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَكُونَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُونُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً، فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةٌ عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ ثُمَّ سَكَتَ))" آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تک اللہ چاہے گا تمہارے اندر نبوت رہے گی، پھر جب اللہ تعالیٰ اس کو ختم کرنا چاہے گا، تو اس کو ختم کر دے گا۔ پھر نبوت کے طرز پر خلافت قائم ہو گی۔ جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہو گا، یہ قائم رہے گی۔ پھر جب اللہ تعالیٰ چاہے گا تو اس کو ختم کر دے گا۔ پھر موروثی حکومت کا دور ہو گا، (جو اس وقت تک) رہے گی جب تک اللہ چاہے گا، پھر جب اللہ تعالیٰ اس کو ختم کرنا چاہے گا تو اسے ختم کر دے گا۔ پھر جابرانہ حکومت کا دور ہو گا، جو (اس وقت تک) باقی رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ اس کو باقی رکھنا چاہے گا۔

پھر جب اللہ تعالیٰ اسے ختم کرنا چاہے گا تو اسے ختم کردے گا۔ پھر نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت قائم ہوگی۔(حدیث کے)راوی کہتے ہیں،اس کے بعد آپ ﷺ خاموش ہوگئے۔" پس یہ حدیث بتاتی ہے کہ موروثی اور جابرانہ دورِ حکومت کے بعد خلافت قائم ہوگی، جو نبوت کے نقشِ قدم پر ہوگی، یعنی اس کے خدو خال بعینہٖ وہی ہوں گے جو خلفائے راشدین کی حکومت کے تھے، انشاء اللہ آنے والی خلافت خلافت علیٰ منہاج النبوۃ ہوگی۔

لہٰذا خلافت شریعت کی رو سے فرض ہے۔ خلافت ایک حقیقت تھی، تاریخ کی کتابیں اس کے تذکروں سے بھری پڑی ہیں، مغرب اس کی واپسی سے لرزہ براندام ہے، اور اس کے قیام کو مؤخر کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے۔ مغربی ریسرچ سنٹر کس طرح اس کے نزدیک ہونے کا واویلا مچا رہے ہیں، وہ کہتے ہیں امت اب خلافت کے راستے پر چل پڑی ہے جبکہ کچھ مسلمان یا تو غفلت میں ڈوبے پڑے ہیں یا پھر مایوسی (Frustration) کا شکار ہوچکے ہیں۔ سو خدارا، اس کے لیے عمل نہ چھوڑنا، کیونکہ تب اگر ہماری ہلاکت ہوگی تو ہمارا پاس کوئی عذر نہیں ہوگا۔

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد إذ هديتنا و هب لنا من لدنك رحمة إنك أنت الوهاب

ربنا وآتنا ما وعدتنا على رسلك ولا تخزنا يوم القيامة إنك لا تخلف الميعاد...

اللهم صل على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين.

ختم شد

بقیہ صفحہ 33 سے

واقعہ کربلا میں موجود سبق:

سامعین کربلا کا واقعہ محض ایک واقعہ نہیں ہے کہ جسے محض قصے کہانی کے طور پر بیان کیا جائے اور اسے محفلوں کو گرمانے اور جذبات کو ابھارنے کی نظر کر دیا جائے۔ اصل چیز وہ سبق ہے جو ہمیں اس واقعے سے حاصل ہوتا ہے۔ امام حسین اپنی جان کی قربانی دے کر ہمیں یہ سبق دے گئے کہ اسلام کے قوانین میں کسی ایک قانون کا بگاڑ بھی ایک مومن کے لیے قابلِ قبول نہیں ہونا چاہیے۔ یزید کے اقتدار پر قبضے کو تسلیم کرنے کا مطلب اسلام کے اِس اصول میں بگاڑ کو تسلیم کرنا تھا کہ بیعت امت ہی کا حق ہے اور وہ جسے چاہتی ہے اپنی رضا مندی اور اختیار سے خلیفہ مقرر کرتی ہے۔ امام حسین اس اصول کی پامالی کے خلاف کھڑے ہوئے۔ لیکن آج اسلام کا ایک حکم نہیں بلکہ پورے کا پورا اسلام پامال ہو رہا ہے۔ آج پوری مسلم دنیا پر ایسے حکمران مسلط ہیں جنہوں نے اسلام کے نظامِ حکومت کے کسی ایک قانون کو تبدیل نہیں کیا بلکہ پورے کے پورے نظامِ خلافت کو ہی معطل کر رکھا ہے اور صرف اسی پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ انہوں نے اسلامی نظام خلافت کی واپسی کو روکنے کے لیے کفار کے ساتھ مل کر ایک جنگ برپا کر رکھی ہے۔ اگر ہم حضرت امام حسین کی زندگی کو اپنے لیے مثال سمجھتے ہیں تو پھر ہم پر لازم ہے کہ ہم آج کے جابر حکمرانوں کو چیلنج کریں۔ لیکن اگر یہ سنگین صورتِ حال ہمارے اندر جنبش پیدا نہیں کرتی تو پھر ہمیں اپنے گریبان میں جھانکنا ہے کہ کیا ہم واقعی حضرت امام حسین سے محبت کے دعویٰ میں سچے ہیں!؟ واقعہ کربلا میں موجود سبق:

سامعین کربلا کا واقعہ محض ایک واقعہ نہیں ہے کہ جسے محض قصے کہانی کے طور پر بیان کیا جائے اور اسے محفلوں کو گرمانے اور جذبات کو ابھارنے کی نظر کر دیا جائے۔ اصل چیز وہ سبق ہے جو ہمیں اس واقعے سے حاصل ہوتا ہے۔ امام حسین اپنی جان کی قربانی دے کر ہمیں یہ سبق دے گئے کہ اسلام کے قوانین میں کسی ایک قانون کا بگاڑ بھی ایک مومن کے لیے قابلِ قبول نہیں ہونا چاہیے۔ یزید کے اقتدار پر قبضے کو تسلیم کرنے کا مطلب اسلام کے اِس اصول میں بگاڑ کو تسلیم کرنا تھا کہ بیعت امت ہی کا حق ہے اور وہ جسے چاہتی ہے اپنی رضا مندی اور اختیار سے خلیفہ مقرر کرتی ہے۔ امام حسین اس اصول کی پامالی کے خلاف کھڑے ہوئے۔

امام حسین اپنی جان کی قربانی دے کر ہمیں یہ سبق دے گئے کہ اسلام کے قوانین میں کسی ایک قانون کا بگاڑ بھی ایک مومن کے لیے قابلِ قبول نہیں ہونا چاہیے۔

لیکن آج اسلام کا ایک حکم نہیں بلکہ پورے کا پورا اسلام پامال ہو رہا ہے۔ آج پوری مسلم دنیا پر ایسے حکمران مسلط ہیں جنہوں نے اسلام کے نظامِ حکومت کے کسی ایک قانون کو تبدیل نہیں کیا بلکہ پورے کے پورے نظامِ خلافت کو ہی معطل کر رکھا ہے اور صرف اسی پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ انہوں نے اسلامی نظام خلافت کی واپسی کو روکنے کے لیے کفار کے ساتھ مل کر ایک جنگ برپا کر رکھی ہے۔ اگر ہم حضرت امام حسین کی زندگی کو اپنے لیے مثال سمجھتے ہیں تو پھر ہم پر لازم ہے کہ ہم آج کے جابر حکمرانوں کو چیلنج کریں۔ لیکن اگر یہ سنگین صورتِ حال ہمارے اندر جنبش پیدا نہیں کرتی تو پھر ہمیں اپنے گریبان میں جھانکنا ہے کہ کیا ہم واقعی حضرت امام حسین سے محبت کے دعویٰ میں سچے ہیں!؟

ختم شد

اِس کمزور قیادت سے جان چھڑاؤ
جو امریکہ سے اتحاد اور اُس کی غلامی میں عزت تلاش کرتی ہے!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

واحد مسلم ایٹمی قوت اور دنیا کی چھٹی بڑی فوج کے آرمی چیف، جنرل باجوہ نے 23 اگست 2017 کو پاکستان میں امریکی سفیر سے ملاقات کی۔ یہ ملاقات امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کی جارحانہ تقریر کے صرف دو دن بعد ہوئی۔ ٹرمپ کی یہ تقریر پاکستان کے اُن زخموں پر نمک چھڑکنے کے مترادف ہے جو اس نے پچھلے 16 سالوں میں کھائے ہیں جب سے امریکہ نے مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگ کا آغاز کیا ہے جسے وہ نام نہاد "دہشت گردی کے خلاف جنگ" کا نام دیتا ہے۔ جنرل باجوہ کو چاہیے تھا کہ وہ فوری طور پر امریکہ کی صلیبی جنگ سے علیحدگی کا اعلان کرتے، امریکی سفیر کو رُسوا کر کے ملک بدر کرتے اور ملک بھر سے امریکی سی آئی اے، ایف بی آئی، نجی عسکری تنظیموں اور ریمنڈ ڈیوس نیٹ ورک کو اکھاڑ پھینکتے جو ملک بھر میں دھماکے کرواتے ہیں تا کہ ہماری افواج کو قبائلی علاقوں میں امریکہ کی جنگ لڑنے پر مجبور کیا جاتا رہے۔ لیکن ان اقدامات کی جگہ جنرل باجوہ نے انتہائی کمزور موقف اپناتے ہوئے آئی ایس پی آر کی پریس ریلیز کے ذریعے یہ اعلان کیا کہ، "ہمیں امریکہ سے کسی بھی مالی یا مادی امداد کی ضرورت نہیں بلکہ ہم اعتماد اور اپنی خدمات کا اعتراف چاہتے ہیں"۔

اے پاکستان کے مسلمانو اور خصوصی طور پر پاکستان کی افواج!

حزب التحریر ولایہ پاکستان آپ سے یہ سوال پوچھتی ہے کہ باجوہ کس سے اعتماد، خدمات کا اعتراف اور عزت کرنے کو کہہ رہا ہے؟! یہ امریکہ کون ہے جس سے جنرل باجوہ اب بھی اتحاد برقرار رکھے ہوئے ہے؟ امریکہ وہ ناقابل اعتبار استعماری ریاست ہے جو دنیا کی سب سے بڑی اور وسائل سے بھرپور دہشت گرد تنظیم، سی آئی اے، کو پال پوس رہی ہے۔

صلیبی امریکی کبھی ہمیں عزت نہیں دیں گے چاہے ہمارے مزید دسیوں ہزاروں شہری اس فتنے کی آگ میں جلا دیے جائیں اور چاہے اُتنے ہی مزید فوجی افسران اور جوان اس امریکی صلیبی جنگ کا ایندھن بنا دیے جائیں

یہی دہشت گرد تنظیم سی آئی اے، پوری دنیا میں، جنوبی امریکہ سے لے کر جنوب مشرقی ایشیا تک امریکی خارجہ پالیسی کے نفاذ کے لئے false flag operations، بم دھماکے اور قتل کروانے کی ذمہ دار ہے۔ امریکہ ایک بد لحاظ سرمایہ دار ریاست ہے جس نے اقوام کو اُن کے قدرتی و صنعتی وسائل سے محروم کرنے کے لیے آئی ایم ایف اور عالمی بینک جیسے ادارے بنائے، اور ان ممالک کو ایسے سودی قرضوں میں جکڑ دیا جو غریبوں پر لگائے جانے والے کمر توڑ ٹیکسوں کے باوجود بھی ادا نہیں کیے جاسکتے۔ امریکہ ایک متکبر، سیکولر ریاست ہے جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اس زمین میں قیادت کی حقدار نہیں کیونکہ اُس نے واضح طور پر یہ اعلان کر رکھا ہے کہ اُسے امریکی مفاد کو حاصل کرنے کے لئے باقی تمام دنیا کی کوئی پرواہ نہیں۔ اپنے سرمایہ داروں کی لالچ اور ہوس کو پورا کرنے کے لئے امریکہ نے عورتوں، بچوں اور بوڑھوں پر بڑے پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیار استعمال کیے اور اپنے بے غیرت اور بزدل فوجیوں کو دوسری اقوام کے لوگوں کی زندگیوں، عزتوں اور اموال کو پامال کرنے کے لیے کھلا چھوڑ دیا۔

اس قسم کے جارح دشمن سے اتحاد کر کے ہم کیسے عزت اور اعتماد کی امید رکھ سکتے ہیں جبکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ہمیں خبردار کیا ہے کہ، **الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ أَيَبْتَغُونَ عِندَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا** "جن کی حالت یہ ہے کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے پھرتے ہیں، تو کیا اُن کے پاس عزت کی تلاش میں جاتے ہیں؟ (تو یاد رکھیں کہ) عزت تو ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے"(النساء:139)۔ تو اے مسلمانو ہمیں امریکہ سے کیسے عزت مل سکتی ہے؟! صلیبی امریکی کبھی ہمیں عزت نہیں دیں گے چاہے ہمارے مزید دسیوں ہزاروں شہری اس فتنے کی آگ میں جلا دیے جائیں اور چاہے اُتنے ہی مزید فوجی افسران اور جوان اس امریکی صلیبی جنگ کا ایندھن بنا

دیے جائیں۔ تو ہم کب تک باجوہ جیسے حکمرانوں کو برداشت کرتے رہیں گے جو اپنی عزتِ نفس کی پرواہ کیے بغیر ایک ناشکرے اور ظالم آقا کی غلامی کو قبول کرتے ہیں؟

اے پاکستان کے مسلمانو اور خصوصی طور پر پاکستان کی افواج!

حزب التحریر ولایہ پاکستان آپ سے یہ پوچھتی ہے کہ آخر جنرل باجوہ اِس کمزور موقف کے ساتھ کس کی نمائندگی کر رہا ہے؟ کیا ہم اتنے گئے گزرے ہیں کہ باجوہ ہمارے دشمنوں سے اتحاد کر کے ان کے سامنے ہمیں بے عزت اور بے توقیر کرتا رہے؟ ہم ایک عزت دار فوج اور معزز قوم ہیں جو کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے گہری محبت رکھتے ہیں۔ ہم ایک بہادر فوج اور زندہ دل قوم ہیں جو ظلم کے خلاف مزاحمت کرنے کا قابل فخر ورثہ اور تاریخ رکھتی ہے۔ اس اسلامی میراث اور تاریخ کی ابتداء خلافت راشدہ سے ہوئی، پھر اسلام برصغیر پاک و ہند میں صدیوں تک بالادست رہا، پھر برطانوی راج کے خلاف عظیم ترین مزاحمتی جدوجہد ہوئی، پھر اگست 1947ء میں عظیم اور شاندار قربانیوں کے بعد اسلام کے نام پر ایک ریاست قائم ہوئی اور اب امریکی راج کے ظلم اور ناانصافیوں کے خلاف شدید مزاحمت جاری ہے۔ ہم ایک باصلاحیت فوج اور قابلیت سے مالا مال قوم ہیں جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے کلمے کو بلند کرتے وقت اپنے شہیدوں کی گنتی نہیں کرتے۔

ہم ایک طاقتور، قابلِ احترام فوج اور اہل قوم ہیں جو نبوت کے طریقے پر ایک مضبوط اور مستحکم خلافت کے قیام کا نقطہ آغاز بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں، وہ خلافت جو اسلام کو نافذ کرے گی اور پوری امت کو وحدت بخشے گی اور دنیا کو دوبارہ ایک ایسی عادل قیادت فراہم کرے گی جس کا اقوام عالم کو ایک عرصے سے انتظار ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، **كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۗ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُم ۚ مِّنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ** "تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہے کہ تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو، اور اللہ پر ایمان لاتے ہو، اگر اہل کتاب بھی ایمان لاتے تو ان کے لیے بہتر تھا، ان میں ایمان والے بھی ہیں لیکن اکثر تو فاسق ہیں" (آل عمران: 110)۔ تو آخر ہم کب تک ہاتھ پر ہاتھ دھرے انتظار کرتے رہیں گے بجائے اسکے کہ ہم نبوت کے طریقے پر خلافت کے قیام کے لیے آگے بڑھیں؟ یقیناً جمود کا شکار شخص صرف اپنے دشمنوں کو خود پر حملہ کرنے کے لئے مزید وقت فراہم کرتا ہے جبکہ مخلص اور باخبر مومن اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق عمل کرتے ہوئے وقت کو اپنی مٹھی میں کر لیتا ہے، فوراً آگے بڑھتا ہے اور دشمن کے دانت کھٹے کر دیتا ہے۔

اے افواج پاکستان کے مسلمانو!

کافر استعماریوں کے ساتھ ستر سال کے اتحاد نے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ اتحاد غداری، ذلت و رسوائی اور عدم تحفظ کا راستہ ہے۔ صلیبیوں کے ساتھ پچھلے سولہ سال کے اتحاد نے آپ کو ایسی فوجی قیادت دی جنہوں نے ریٹائرمنٹ کے بعد اپنی پر آسائش زندگی کو یقینی بنانے کے لیے ہمارے تحفظ اور آپ کے خون کا سودا کیا۔ صلیبیوں کے ساتھ اتحاد نے آپ کو مشرف دیا جس نے افغانستان پر امریکی حملے اور قبضے کے لیے ہمارے فضائی راستے، سرزمین اور انٹیلی جنس امریکہ کو فراہم کیں جبکہ امریکہ مشرف کی اس مدد کے بغیر کسی صورت افغانستان پر قبضہ نہیں کر سکتا تھا۔ صلیبیوں کے ساتھ اتحاد نے آپ کو کیانی اور راحیل دیے جنہوں نے آپ کی طاقت و قوت کو قبائلی علاقوں میں استعمال کیا تاکہ افغانستان میں بزدل صلیبی افواج کو تحفظ فراہم کیا جاسکے۔ حالانکہ اگر امریکہ کو یہ مدد فراہم نہ کی جاتی تو آج سے بہت پہلے ہی امریکہ "سلطنتوں کے قبرستان" میں دفن ہو چکا ہوتا جیسا کہ اس سے پہلے برطانوی راج اور سوویت یونین کو دفنایا گیا تھا۔ اور اب اِن صلیبیوں کے ساتھ اتحاد نے آپ کو باجوہ دیا ہے جو ناقابل اعتبار اتحادی کے ساتھ اتحاد کو جاری رکھتے ہوئے افغان طالبان کو مذاکرات کے جال میں پھنسانے کی کوشش کر رہا ہے تاکہ تھکی ماندی امریکی فوج کی ہمارے دروازے پر موجودگی کو سیاسی جواز میسر آجائے۔

آخر اِن جیسے گھٹیا اور لالچی لیڈروں کو کیسے برداشت کیا جاسکتا ہے کہ وہ مسلمانوں کی افواج کی قیادت کریں جبکہ ہماری افواج اپنے دلوں میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اس فرمان کو یاد رکھتی ہیں، **يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ * إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ** "جس دن کہ مال و اولاد کچھ کام نہ آئے گی۔ لیکن فائدے والا وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے سامنے بے عیب دل لے کر جائے" (الشعراء: 89-88)؟ اے امت کے شیرو! تم کب تک ان بکے ہوئے کمزور لیڈروں کی زنجیروں میں جکڑے رہو گے؟ ابھی اور اسی وقت حزب التحریر کو نبوت کے طریقے پر خلافت کے قیام کے لیے نصرۃ فراہم کرو اور اس معزز امت کی حمایت اور دعائیں لو۔ اس پکار پر لبّیک کہو!

3 ذی الحج 1438 ہجری — حزب التحریر

25 اگست 2017 — ولایہ پاکستان

ختم شد

شام کے لوگوں کو جھکانے میں ناکامی پر امریکہ اور اس کے اتحادی پاگل ہو گئے ہیں۔ شام کے لوگوں کو جھکانے کے لیے امریکہ اور اس کے اتحادی صرف فضائی نہیں بلکہ زمینی فوجی مداخلت کو بھی بڑھا رہے ہیں!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امریکہ پچھلے چھ سالوں کے دوران مختلف طریقوں سے شام کے جابر کے ظلم و ستم اور قتل و غارت گری کے سامنے شام کے لوگوں کو جھکانے کی زبردست کوششیں کرتا چلا آیا ہے۔ لیکن امریکہ اس کوشش میں کامیاب نہیں ہوا اگرچہ اُس نے کوئی خونی اور وحشی طریقہ کار نہیں چھوڑا۔ اس نے سمندر اور فضاء سے مار کرنے والے فضائی میزائل استعمال کیے۔ پھر اس نے ایران اور اس کے بعد روس کو استعمال کیا۔ پھر اُس نے علاقائی طاقتوں، ترکی اور ایران، کے ذریعے مختلف چھوٹی ملیشیا تنظیموں کو طاقتور بنایا اور کبھی ایران کی حزب سے تعلق رکھنے والے گروہوں کو مختلف نام دے کر شام میں داخل کیا اور اسی طرح اندرونی دھڑوں کو استعمال کیا۔ یہ سب کچھ کبھی کھلم کھلا خود سے کیا اور کبھی اپنے اتحادیوں اور ان کے غنڈوں کے ذریعے کروایا۔

امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو شام کی صورتحال نے شدید حواس باختہ کر رکھا ہے۔ حالانکہ شام میں تو کوئی بین الاقوامی تنازعہ اور عالمی طاقتوں کے درمیان کشمکش بھی نہیں چل رہی جیسا کہ لیبیا اور یمن میں ہو رہا ہے بلکہ شام میں تو طاقت کے تمام مراکز امریکہ کے ہی زیر اثر ہیں۔ اس کے علاوہ شام کی ہمسائیہ طاقتیں امریکہ کی ہی وفادار، ایجنٹ اور پیروکار ہیں بلکہ وہ ملک جو برطانیہ کے زیر اثر ہیں جیسا کہ اردن، تو انہیں بھی امریکہ کی مخالفت نہ کرنے کی برطانوی پالیسی کے تحت برطانیہ نے امریکہ کے رستے میں صرف ہلکی پھلکی رکاوٹیں ڈالنے تک کی اجازت دی ہوئی ہے، اور وہ بھی اگر وہ ایسا کرنے کی استطاعت رکھتی ہوں۔ اس کے علاوہ شام میں حزب اختلاف کی کئی جماعتوں کو امریکہ غلیظ پیسہ اور اسلحہ دے رہا ہے جو کہ امریکی احکامات کے مطابق اپنے ہی مسلمان بھائیوں کے خلاف لڑنے پر معمور ہیں ۔ یہ سب کچھ ان سازشوں کے علاوہ ہے جو امریکہ جنگ بندی اور معاہدوں کو حزب اختلاف پر نافذ کر کے بُن رہا ہے جبکہ شام کی جابر حکومت پر اِن جنگ بندیوں اور معاہدوں کا کوئی اطلاق نہیں ہوتا۔ یوں امریکہ غلیظ پیسے اور اسلحے کی فراہمی اور بندش کے ساتھ ساتھ خصوصی علاقوں کے قیام کے ذریعے شام کے مقدس انقلاب کو ناکام کرنے کی سازش کر رہا ہے۔ امریکہ، اس کے اتحادیوں اور ایجنٹوں کو کسی مخالفت کا سامنا نہیں ہے سوائے چند گروہوں کے جو زیادہ بڑے نہیں ہیں اور شام کے عوام کے جو اپنے رب، دین اور امت کے ساتھ مخلص اور وفادار ہیں۔ یہ تمام صورتحال اس طرف اشارہ کر رہی ہے کہ اس وقت طاقت اسلام کے دشمنوں یعنی کے امریکہ، اس کے اتحادی اور اس کے ایجنٹوں اور منافقین کے ہاتھوں میں ہے۔ لیکن اس سب کے بعد بھی، شام کے معاملات اختتام کو نہیں پہنچے، اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کہ کسی کو کامیابی ہوئی یا ناکامی ہوئی۔

> امریکہ جنگ بندی اور معاہدوں کو حزب اختلاف پر نافذ کر کے بُن رہا ہے جبکہ شام کی جابر حکومت پر اِن جنگ بندیوں اور معاہدوں کا کوئی اطلاق نہیں ہوتا۔

لہٰذا امریکہ اور اس کے اتحادی اور ایجنٹس حواس باختہ ہیں اور غصے سے پاگل ہو رہے ہیں اور ان کا پاگل ہونا بالکل جائز ہے کیونکہ انہوں نے اپنے منصوبے کو نافذ کرنے کے لیے ہر طرح کے وسائل اور طریقہ کار استعمال کر لیے لیکن وہ شام کے مخلص لوگوں کو اپنے منصوبے پر ذرہ برابر بھی قائل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ ایسا نظر آتا ہے کہ اب ان کے پاس کوئی راہ اور طریقہ نہیں سوائے اس کے کہ وہ اپنے منصوبے کو نافذ کرنے کے لیے فوجی اقدامات میں تیزی لاتے چلیں جائیں جس میں صرف فضاء اور سمندر سے بمباری یا خصوصی فوجی دستے، ماہرین، مشیر ہی نہیں ہیں بلکہ فوج کی سطح پر زمینی افواج کو بڑھانا ہے جو کہ فوجی کالونیاں بنانے کے مماثل ہے لیکن وہ اسے "دہشت گردی کے خلاف جنگ" کا نام دے رہے ہیں، جبکہ وہ خود دہشت گردی کے سرخیل

ہیں۔ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّى يُؤْفَكُونَ "اللہ انہیں غارت کرے؛ یہ کہاں بہکے پھرتے ہیں؟" (المنافقون:4)۔

اس کے علاوہ یہ بھی بالکل غیر متوقع نہیں کہ یہ اپنے منصوبے کو کسی بین الاقوامی قرارداد کے ذریعے قابل قبول بنانے کی کوشش کریں گے!۔اسی لئے 15 ستمبر 2017 کو آستانہ میں ہونے والی ملاقاتوں کے چھٹے دور میں دو چیزوں کے متعلق بات کی گئی۔ العربیبہ نیٹ نے 15 ستمبر 2017 بروز جمعہ آستانہ اجلاس کے متعلق بتایا: "۔جمعہ کو ہونے والے اجلاس میں قازقستان کے وزیر خارجہ نے آستانہ بات چیت کے حتمی اعلان کے موقع پر کہا: De-escalation zones(پرامن علاقے) چھ ماہ کے لیے برقرار رکھے جائیں گے اور ان کی مدت بڑھائی بھی جاسکتی ہے۔ آستانہ بات چیت کا چھٹا دور سرکاری طور پر قازقستان کے دارالحکومت میں دوسرے روز بھی جاری ہے، جس کے ساتھ ساتھ یقین دہانی کرانے والی ریاستوں ، روس،ایران اور ترکی، کے ماہرین کے درمیان کئی ملاقاتیں ہوئی۔ آناتولیہ نیوز ایجنسی نے بتایا کہ "آستانہ میں شام کے علاقے ادلیب میں De-escalation Zones کے قیام کا ایک معاہدہ ہو گیا ہے، اور بات چیت اس حوالے سے اتفاق رائے پر پہنچنے کے لیے جاری ہے کہ کن افواج کو شام کے صوبے ادلیب میں بھیجا جائے۔ جمعرات کو اجلاس کے پہلے دن قازقستان کے صدر نے اعلان کیا کہ اُن کا ملک شام میں امن افواج بھیجنے کے لیے تیار ہے اگر سلامتی تونصل اس پر اتفاق کرے۔" نظر بایوف کے بیان کی تصدیق اور رینٹ نیٹ نے 14 ستمبر 2017 کو کی جب جمعرات کو آستانہ میں بات چیت کے چھٹے دور میں کھانے کی دعوت کے ساتھ ہی ہونے والی ایک پریس کانفرنس میں اس کا یہ بیان رپورٹ کیا کہ: "اگر اقوام متحدہ (شام میں) اس قسم کی افواج بھیجنے کا فیصلہ کرتی ہے، تو پھر ہم، اقوام متحدہ کے رکن ہونے کی حیثیت سے، اس میں شمولیت (امن کے قیام کے آپریشنز) کے لیے اپنی افواج بھیج سکتے ہیں"۔

یہ بیانات شدید فوجی نوعیت کے ہیں۔ شام کے تنازعے میں ادلیب کا باب دوسرے ابواب سے مختلف ہے کیونکہ امریکہ، اس کے اتحادیوں اور ایجنٹوں نے اُن جنگجوؤں کو، جنہیں یہ دہشت گرد یا غیر اعتدال پسند کہتے ہیں، جنگ بندی کے معاہدوں اور ان جیسے دوسرے معاہدوں کے ذریعے ادلیب میں جمع کیا ۔ یہ صورتحال اتحادی ممالک خصوصاً ترکی کے اہلکاروں کے بیانات میں بھی نظر آتی ہے۔ سپوٹنک نے 17 ستمبر 2017 کو یہ شائع کیا کہ: پیر کے دن شام کی سرحد کے ساتھ واقع شہر کیلیس (Kielce) میں ایک ذریعے نے یہ بتایا کہ شہر میں ایک ہفتے قبل بہت بڑی فوجی نقل و حرکت کا مشاہدہ کیا گیا تھا، اور ایک ہفتے قبل ترک افواج نے شام کی سرحد پر مزید دستے بھیجے ہیں۔ شام کی سرحد پر ایک ترک سپاہی نے سپوٹنک کو بتایا کہ ترک آرمی شام کے شہر ادلیب سے متصل صوبے اسکندرن کے شہر ریحانیہ میں تین دن سے افواج بھیج رہی ہے۔

یہ سب کچھ قازقستان کے صدر کے اس بیان کا عملی پہلو ہے جس میں اس نے سیکیوریٹی کونسل کی جانب سے فوجی مداخلت پر فیصلے کی طرف اشارہ دیا تھا بلکہ اعلان کیا تھا۔ اور اُس نے یہ بیان خود اپنی سوچ کی بنیاد پر نہیں دیا بلکہ قازق صدر نے امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے حکم کے مطابق بات کی کیونکہ اس کی زبان وہ بات کیسے کر سکتی ہے جہاں تک اس کی پہنچ ہی نہیں۔ لہٰذا ایسا نظر آتا ہے کہ اب امریکہ مزید اس بات کا انتظار کرنے کے لئے تیار نہیں کہ وہ شام کے جابر بشار کو اُس وقت تک مصنوعی سہارے پر زندہ رکھے جب تک کہ اُس کا متبادل نہ مل جائے بلکہ وہ شام کے مسئلے کو جلد از جلد ختم کرنے کے لیے دہشت گردی کے خلاف جنگ اور بین الاقوامی قرارداد کے نام پر فوجی قبضہ کرنے کا فیصلہ کر چکا ہے تاکہ شام کے لوگوں پر ایک نئے سیکولر جابر حکمران کو مسلط کر دیا جائے، اور اسلام کے یہ دشمن اس زعم میں ہیں کہ وہ ایسا کرنے کی قابلیت رکھتے ہیں۔ اور جیسے اِس زعم نے انہیں پہلے تباہ کیا تھا، اللہ القوی العزیز کے اذن سے یہ زعم انہیں دوبارہ تباہی تک لے جائے گا۔

اے شام کے مخلص لوگو!

آپ نے اپنے ارادے کی مضبوطی اور اپنے رب کے ساتھ اخلاص کے ذریعے امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو حواس باختہ کر دیا ہے۔ اور آپ نے ایسا اُس صورتحال میں کیا ہے جب آپ کے اس ارادے اور اخلاص کا ساتھ دینے کے لئے صرف چند گروہ ہیں جو حجم میں چھوٹے ہیں اور بکھرے ہوئے ہیں اور ایک سیاسی قیادت کے بغیر لڑ رہے ہیں جو انہیں یکجا کر سکے۔ تو سوچیں اگر یہ تمام بکھرے ہوئے گروہ ایک موقف پر متفق ہو جائیں اور ایک جسم میں ڈھل جائیں جس کا ظاہر اور باطن اسلام کی روشنی سے منور ہو تو کیا صورتحال ہو گی؟ اس کے علاوہ وہ گروہ جو غلیظ دولت پر پل رہے ہیں اور آپس میں لڑ رہے ہیں، اپنے ملک اور لوگوں کے دشمن کو کچھ نہیں کہہ رہے، یہ لوگ بھی آپ کے بیٹے اور بھائی ہیں لہٰذا ان کا ہاتھ تھام کر انہیں ایمان والے گروہ میں لے آئیں اور انہیں اسلام کے دشمنوں کی طرف نہ جانیں دیں۔ یہ دو معاملات: ایک ایسی سیاسی قیادت کی غیر موجودگی جو ان گروہوں کو یکجا کرے اور ان کی رہنمائی کرے، اور ان گروہوں کا اسلام کے دشمنوں کی جانب جھکاؤ اور ان کے دیے

ہوئے پیسوں پر انحصار کرنا، یہ دو معاملات آپ کے درمیان خطرناک دراڑ پیدا کررہے ہیں اور اس کا حل آپ کے ہاتھوں میں ہے، تو جس سنجیدگی، استقامت اور توجہ کی ضرورت ہے وہ اس معاملے کو حل کرنے کے لیے دیں۔

اے دنیا بھر کے مسلمانو!

امریکہ اور اس کے اتحادی نئے ناموں کے ساتھ فوجی مداخلت کی منصوبہ بندی کررہے ہیں اور یہ فوجی مداخلت صرف فضائی یا خصوصی فوجی دستوں تک محدود نہیں ہوگی بلکہ پوری فوج کشی کی صورت میں ہوگی۔ اور آپ کو دھوکہ دینے کے لیے اس منصوبے کو دہشت گردی کے خلاف جنگ یا بین الاقوامی برادری کا فیصلہ قرار دیتے ہوئے نافذ کیا جائے گا۔ یہ ایک بہت خطرناک معاملہ ہے جو اس خطے کو پرانی فوجی کالونیوں کی شکل دے دے گا اگرچہ اس کو نئے لبادے میں پیش کیا جائے گا۔ اگر انہیں شام کی سرزمین میں اس منصوبے کے نفاذ میں کامیابی حاصل ہوگئی تو یہ شام کی سرزمین کے بعد دوسرے علاقوں میں بھی اسی منصوبے کو نافذ کرنا شروع کردیں گے اور پھر ایک پرانی کہاوت صحیح ثابت ہوگی کہ "میں اُسی دن کھا یا گیا تھا جس دن سفید بیل کو کھایا گیا" اور ہر ایک افسوس کرتے ہوئے پچھتائے گا لیکن اس وقت افسوس اور پچھتانے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ یہ کوئی کھیل تماشہ نہیں بلکہ ایک فیصلہ کُن معاملہ ہے۔ یہ معاملہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ ٹھہر کر گہری سوچ بچار کے بعد اچھی منصوبہ بندی کی جائے۔ آپ کے دشمن کو آپ کے خلاف ایسی جراءت تبھی حاصل ہوئی جب آپ کی خلافت کو تباہ کیا گیا جو آپ کی ڈھال تھی، پس خلافت کا دوبارہ قیام آپ کے ہاتھوں سے ممکن ہے خصوصاً آپ میں موجود اہل قوت یہ کام انجام دے سکتے ہیں۔ ان رویبضات مغرور حکمرانوں کو اکھاڑ پھینکیں جو کافر استعمار کی تعریفیں کرتے پھرتے ہیں اور تب یہ اتحادی پیٹھ دکھا کر بھاگ کھڑے ہوں گے اور تب اسلام کے اِن دشمنوں کو اِن کے منصوبے کوئی فائدہ نہیں دیں گے۔ وَظَنُّوٓاْ أَنَّهُم مَّانِعَتُهُمْ حُصُونُهُم مِّنَ ٱللَّهِ فَأَتَاهُمُ ٱللَّهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُواْ "اور وہ خود (بھی) سمجھ رہے تھے کہ ان کے قلعے انہیں اللہ (کے عذاب) سے بچالیں گے، پس اُن پر اللہ (کا عذاب) ایسی جگہ سے آپڑا کہ انہیں گمان بھی نہ تھا" (الحشر:2)

اے شام کے لوگو اور دنیا بھر کے مسلمانو!

آپ نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے کہ آپ کے دشمن اتنے سالوں میں اپنی تمام تر مادی طاقت کے باوجود آپ کو اپنے منصوبوں کے سامنے جھکانے میں ناکام رہے ہیں۔ آپ کی استقامت اور صبر اور اللہ کی مدد اور رہنمائی نے یہ دیکھا دیا ہے کہ آپ کے دشمنوں کے پاس زبردست مادی قوت موجود ہونے کے باوجود اُن کا عزم کمزور ہے اور اُن کے دل خالی ہیں۔ وہ لڑنے میں کمزور ہیں اور خطرات کا مقابلہ کرنے سے کتراتے ہیں اور وہ بزدل ہیں۔ لیکن ایک بزدل بھی اپنے دشمنوں کی دیوار میں موجود دراڑ اور عمارت کے منہدم ہونے سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور پھر بزدل بھی خود کو شیر ظاہر کرنے لگتا ہے۔ یہ سب کچھ وہ اپنی حقیقی طاقت کی وجہ سے نہیں بلکہ دشمنوں کی دیوار میں پڑنے والی دراڑ اور عمارت کے انہدام کی وجہ سے حاصل کرپاتا ہے۔ اور حزب التحریر، جو اپنے لوگوں سے جھوٹ نہیں بولتی، آپ کو خبردار کرتی ہے کہ آپ اس دراڑ اور انہدام کو ہرگز ایسے نہیں چھوڑ سکتے بلکہ آپ کو اس دراڑ اور انہدام کا ایسا علاج کرنا ضروری ہے جو اسلام کے احکامات پر مبنی ہو۔ یہ معاملہ اُس وقت تک ٹھیک نہیں ہوگا جب تک اللہ کی حکمرانی قائم نہ کی جائے اور اللہ تعالیٰ کے لیے فوجیں حرکت میں نہ آجائیں، جیسا کے اسلام کے آغاز میں ہوا تھا اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا حل نہیں ہے۔ اور اگر آپ حزب التحریر کے کے مشورے اور تنبیہ کا مثبت جواب دیں گے تو اللہ کے حکم سے آپ کو اس دنیا اور آخرت دونوں جہانوں کی کامیابی ضرور ملے گی۔

يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا ٱلْأَنْهَارُ وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ ذَٰلِكَ ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ ط وَأُخْرَىٰ تُحِبُّونَهَا نَصْرٌ مِّن ٱللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ وَبَشِّرِ ٱلْمُؤْمِنِينَ

"اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کردے گا اور تمہیں ان جنتوں میں پہنچائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور صاف ستھرے گھروں میں جو جنت عدن میں ہوں گے، یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور تمہیں ایک دوسری نعمت بھی دے گا جسے تم چاہتے ہو وہ اللہ کی مدد اور جلد فتحیابی ہے، ایمان والوں کو خوشخبری دے دو" (الصّف:13-12)

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَن كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى ٱلسَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ

"اور اس میں ہر صاحب دل کے لیے عبرت ہے اور اس کے لیے جو دل سے متوجہ ہو کر کان لگائے اور وہ حاضر ہو" (ق:37)

2 محرم 1439

22 ستمبر 2017 حزب التحریر

ختم شد

مسلم دنیا میں سیکولر ریاست کا تحفظ ہی امریکہ کا بنیادی اسٹریٹیجک مفاد ہے جسے وہ دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ کے ذریعے حاصل کرنا چاہتا ہے

تحریر: انجینئر معیز

4 اگست، 2017 کو ڈان (DAWN) اخبار نے آئی ایس پی آر سے منسوب ایک خبر شائع کی جس میں پاکستان کے آرمی چیف کا حوالہ دیتے ہوئے کہا گیا کہ طالبان حملے میں امریکی فوجیوں کی موت کی مذمت کی جاتی ہے۔ آئی ایس پی آر سے جاری کردہ بیان کے مطابق: "چیف آف آرمی سٹاف جنرل قمر جاوید باجوہ نے دو امریکی سپیشل فورسز کے فوجیوں کی موت پر انتہائی غم اور افسوس کا اظہار کیا جو ایک حملے میں مارے گئے تھے (قندھار میں امریکہ کی افواج پر دہشت گردانہ حملہ)"۔ جنرل باجوہ نے کہا کہ پاکستان کو بھی اسی طرح "دہشت گردی کے عمومی خطرے کے خلاف جنگ میں خونی حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے" جس کے نتیجے میں متاثرہ فوجی خاندانوں کی پریشانی کو سمجھا جاسکتا ہے۔"یہ مذمت غیر معمولی اور حیران کن تھی کیونکہ پاکستان میں عموماً اور مسلح افواج میں خصوصاً امریکی مخالف جذبات پائے جاتے ہیں۔ دراصل اس بیان کا مقصد امریکی پالیسی ساز حلقوں میں پاکستان کے بارے میں پائی جانے والی منفی سوچ کو زائل کرنا تھا جو کافی عرصے سے فروغ پارہی ہے جیسا کہ کئی اعلیٰ درجے کے امریکی حکام کے بیانات اور امریکی دفتر خارجہ اور قومی سلامتی کے عہدیداران کے بیانات سے واضح ہے۔ اگرچہ کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ پاکستان کے سب سے زیادہ طاقتور شخص کی طرف سے اس طرح کا بیان اس کے اس یقین کی جانب نشاندہی کرتا ہے کہ وہ امریکی موقف کے ساتھ چلنے کی ضرورت محسوس کررہا ہے اور اسے امریکی مفادات کے تحفظ کی فکر لاحق ہے۔ اور یہ بیان اس بات کو بھی ظاہر کررہا ہے کہ پاکستان کی فوجی اشرافیہ کی وفاداری ہمیشہ سے امریکہ کے ساتھ رہی ہے، برخلاف اس کے کہ مجموعی طور پر مسلح افواج کے ادارے میں واضح امریکی مخالف جذبات پائے جاتے ہیں۔ مگر آیئے امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی افغانستان میں آپریشنل حکمت عملی اور اس سے منسلک سیاسی منظرنامے پر غور کرنے کے

> **اسٹریٹجک نقطہ نظر یا مفادات کے حوالے سے عام فہم میں یہ تاثر ہے کہ ان سے طویل عرصے پر محیط مفادات مراد ہوتے ہیں۔ یہ اس اصطلاح کا صحیح مگر مبہم معنی ہے۔**

بجائے اس بات کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اسٹریٹجک پہلو سے افغانستان میں کیا ہورہا ہے؟

اسٹریٹجک نقطہ نظر سے افغانستان امریکہ کے لیے کیوں اہمیت کا حامل ہے؟ اور یہ کہ امریکہ کی افغانستان کے حوالے سے پالیسی کس طرح پاکستان اور مسلم دنیا کی طرف امریکی پالیسی سے تعلق رکھتی ہے؟ اور یہ کہ مسلم دنیا میں امریکہ کے اسٹریٹجک مفادات کیا ہیں اور دہشت گردی کے خلاف امریکہ کی عالمی جنگ کس طرح ان مفادات کو پورا کرنے میں امریکہ کی مدد کر رہی ہے؟

اسٹریٹجک نقطہ نظر یا مفادات کے حوالے سے عام فہم میں یہ تاثر ہے کہ ان سے طویل عرصے پر محیط مفادات مراد ہوتے ہیں۔ یہ اس اصطلاح کا صحیح مگر مبہم معنی ہے۔ زیادہ درست مطلب یہ ہوگا کہ ایک منظم اندازِ فکر یا فریم ورک کی بنیاد پر قومی مفادات کی تشریح کی جائے، جہاں ایک ریاست عالمی یا علاقائی منظرنامے کو ایک فریم ورک کے مطابق اس مخصوص شکل میں ڈھالنا چاہتی ہے جس کا وہ فریم ورک تقاضہ کرتا ہے، اور اس کے لئے وہ دوسری ریاستوں پر اثر انداز ہونے کی حکمتِ عملی اپناتی ہے تاکہ بین الاقوامی تعلقات میں ایک خاص روش پر چلا جا سکے۔ یوں وہ ریاست بین الاقوامی تعلقات کو اپنے مفادات کے سانچے میں ڈھالنے میں کامیاب ہو جاتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں، اسٹریٹجک مفادات کو بنیادی مفادات گردانا جا سکتا ہے جن کے سبب دیگر مفادات حاصل ہوتے ہیں۔ جاپان اور جنوبی کوریا کے ساتھ امریکہ کا اتحاد ایک اسٹریٹجک اتحاد ہے جو امریکہ کو شمال مشرقی ایشیا کے معاملات پر حاوی ہونے کے قابل بناتا ہے۔ یورپی ریاستوں کا اپنی سابق کالونیوں کے ساتھ تعلق ایک اسٹریٹجک تعلق ہے جس سے انہوں نے ان علاقوں میں اپنے مفادات کا تحفظ یقینی بنایا ہوا ہے جہاں بھی یہ سابق کالونیوں موجود ہیں۔ نیٹو ایک اسٹریٹجک اتحاد تھا جس نے سوویت یونین کے پھیلاؤ کے خلاف امریکہ اور یورپ کے سیکورٹی مفادات کو محفوظ بنایا۔

افغانستان میں امریکی فوجیوں کی موت پر جنرل باجوہ کا امریکہ کے ساتھ اظہارِ افسوس کرنا تعجب کی بات ہے اور یہ مسلم دنیا کے لئے ایک اسٹریٹجک مسئلے کی نشاندہی کرتا ہے۔ اس مسئلے کو سمجھنے سے ہمیں امریکہ کی خارجہ پالیسی کے اسٹریٹجک نقطہ نظر اور اس کے مسلم دنیا میں پائے جانے والے مفادات کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔ جنرل باجوہ کے بیان میں حیرت کی بات وہ جرات اور بے احتیاطی ہے بلکہ حد درجے کی لاپرواہی ہے اس رائے عامہ سے متعلق جو پاکستان میں عموماً اور خصوصاً افواجِ پاکستان میں اور مسلم دنیا عام میں طور پر پائی جاتی ہے۔ یہ رائے عامہ امریکہ کو مسلمانوں اور اسلام کا دشمن سمجھتی ہے اور مسلمانوں کی اکثریت امریکہ کو افغانستان میں قابض قوت کے طور پر دیکھتی ہے۔ جنرل باجوہ ایسا بیان دینے میں مجبور ہوا کیونکہ اسے امریکا کی جانب سے دہشتگردی کے خلاف عالمی جنگ میں "مزید کرو" کے شدید دباؤ کا سامنا تھا وہ جنگ جو امریکہ کے صدر جارج بش کی طرف سے 16 سال قبل شروع کی گئی تھی۔ تاہم، دوسری جانب جنرل باجوہ کو اندرونی دباؤ کا سامنا ہے جس میں مسلح افواج اور عوام شامل ہیں جو ان سے امریکہ کے سامنے جرات مندانہ مزاحمت کی توقع رکھتے ہیں کیونکہ وہ امریکہ کو پاکستان، اسلام اور مسلمانوں کا دشمن سمجھتے ہیں۔ چیف آف آرمی سٹاف کی حیثیت سے جنرل باجوہ اور عمومی طور پر پاکستانی ریاست کے لئے یہ اسٹریٹجک مسئلہ ہے جہاں ایک طرف غیر ملکی دباؤ پاکستانی ریاست کو ایک سمت میں دھکیل رہا ہے اور دوسری جانب اندرونی دباؤ ہے جو اسی ریاست کو مخالف سمت کھینچ رہا ہے۔ حالیہ برسوں میں اور کم از کم پچھلی دو دہائیوں کے دوران، امریکی اسٹریٹجک مفادات کا مرکز یہ تشویش رہی ہے کہ کہیں مسلم دنیا میں عام طور پر اور پاکستان میں اس ریاستی کشیدگی کے نتیجے میں سیکولر ریاست کا خاتمہ نہ ہو جائے اور موجودہ مسلم دنیا کا نقشہ تبدیل ہو کر کوئی نئی ریاست ہی وجود میں نہ آجائے۔

مسلم دنیا کی دیگر ریاستوں کی مانند پاکستانی ریاست بھی ایک غیر فطری ریاست ہے جو برصغیر میں مسلم حکمرانی کے خاتمے اور عثمانی خلافت کی تباہی کے بعد یورپی استعمار کے قبضے کا نتیجہ ہے۔ غیر فطری کا مطلب یہ ہے کہ اس کی عوام میں جڑیں نہیں ہیں۔ یہ ریاست مغربی یورپ کے قانونی، ثقافتی اور سیاسی تجربے کی بنیاد پر بنی

> **ریاست کیسے یہ حل تجویز کر سکتی ہے کہ عوامی اکثریت کی "انتہاپسندی" کو روکنے کے لئے اسباب اختیار کرنے ہونگے؟ کیا ریاست عوام میں پائے جانے والے گہرے بنیادی سیاسی اور فکری اصولوں پر اتفاق رائے کی عکاس نہیں ہوتی جو ان کے معاملات کو منظم کریں؟**

ہے جہاں انہوں نے ان ممالک پر اپنا حکومتی نظام مسلط کیا جو ان کی کالونی میں شامل تھے۔

پاکستانی ریاست کی بنیاد اسلامی تاریخ، ثقافت، سیاسی اور قانونی تجربے پر نہیں ہے بلکہ یہ ریاست تو ان اقدار اور روایات کے خلاف جدوجہد کر رہی ہے، باوجود اس کے کہ عوام انہی اسلامی روایات اور اقدار کی حامل ہے اور اسی بنیاد پر اپنا حکومتی نظام چاہتے ہیں۔ پاکستانی ریاست کئی دہائیوں سے اس لیے سلامت ہے کیونکہ اس کی تخلیق کی شروع کی کچھ دہائیوں میں اسلام کا اجتماعی زندگی میں کردار محدود تھا کیونکہ پاکستان کے مسلمان باقی مسلمانوں کی طرح استعماریت اور عالمی قوت وو قار سے پستی میں گرنے کے دوہرے صدمے سے نہیں نکلے تھے۔ جیسے ہی مسلم دنیا میں احیاءِ اسلام کے تصور نے جڑیں پکڑیں اور یہ تصور مضبوط ہونا شروع ہوا، مسلم دنیا اپنی اسلامی شناخت اور تہذیب کی طرف واپس لوٹنے لگی۔ مسلم دنیا کے اندر یہ جدوجہد کئی دہائیوں تک جاری رہی، جس کے دوران احیاءِ اسلام کی تحریک فکری صفائی اور پختگی کے عمل سے گزری اور اب جب یہ جدوجہد اپنے عروج پر پہنچی ہے تو یہ اس سیکولر ریاست کے لیے خطرہ بن گئی ہے جس کو یورپی استعمار نے مسلم علاقوں میں غیر فطری طور پر متعارف کرایا تھا۔ آج مسلم دنیا میں استعمار کی متعارف کی گئی کئی غیر فطری سیکولر ریاستوں کا انہدام ہو بھی چکا ہے اور ان ریاستوں کے گرنے سے انتشار، اموات اور بڑے پیمانے پر تباہی پھیلی ہے۔ اگرچہ بہت سارے مسلمانوں کی حالت دردناک ہے اور کچھ میں ناامیدی بھی پھیلی ہوئی ہے، مگر اسٹریٹجک نقطہ نظر سے یہ مغرب کے لئے بھیانک خواب ہے۔ کیونکہ یہ سیکولر ریاست ہی تھی جس نے مسلم دنیا میں مغربی مفادات کا تحفظ کیا اور اس کے خاتمے کا مطلب مغرب کے ایک بنیادی مفاد، ایک فریم ورک یا ادارے کا خاتمہ ہے، جو مغربی طاقتوں کو منظم طریقے سے یوریشیا پر عمومی کنٹرول اور مشرق وسطی میں خصوصاً کنٹرول فراہم کرتا ہے۔

سیکولر ریاست اور اس کے تمام اجزاء: مغرب نواز سیاسی، فوجی اور مفکر اشرافیہ، اور اس کے سہولت کار: بین الاقوامی قانون، بین الاقوامی ادارے اور خود مغربی طاقتوں نے نہ صرف مغربی مفادات کو براہ راست قوانین اور پالیسیوں کے ذریعہ محفوظ رکھا بلکہ

یہ سیکولر ریاست ہی ہے جس کی بدولت مغرب مسلم دنیا میں اقتصادی لوٹ کھسوٹ اور فوجی مظالم کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہے۔مزید براں سیکولر ریاست نے مغرب کو احیاءِ اسلام کو روکنے کے لئے ایک پلیٹ فارم بھی فراہم کیا ہوا ہے تا کہ اسلامی تاریخ اور تہذیب پر مبنی متبادل نظام حکومت کے ظہور کو روکا جاسکے۔کوئی بھی شخص جو ریاست اور اس کی اصل کو سمجھتا ہو، اس کے لیے پاکستان کی اشرافیہ کا ریاست کے بارے میں بیانیہ،اسے جنجھوڑنے کے لئے کافی ہے وہ بیانیہ جو نیشنل ایکشن پلان کے نام سے جانا جاتا ہے اور جس پر آج پاکستانی ریاست عمل پیرا ہے۔ریاست کیسے یہ حل تجویز کر سکتی ہے کہ عوامی اکثریت کی "انتہا پسندی" کو روکنے کے لئے اسباب اختیار کرنے ہونگے؟ کیا ریاست عوام میں پائے جانے والے گہرے بنیادی سیاسی اور فکری اصولوں پر اتفاق رائے کی عکاس نہیں ہوتی جو ان کے معاملات کو منظم کریں؟ نیشنل ایکشن پلان نے ریاست کے تصور کے بالکل برعکس بلکہ مکمل طور پر مخالف سمت میں چلنے کا وژن دیا ہے۔ اس پلان کے مطابق بجائے یہ کہ ریاست لوگوں میں موجود سیاسی اور فکری اصولوں پر بنیادی اتفاق رائے کی عکاس ہوتی، اس کے برعکس ریاست لوگوں کی رائے کو تبدیل کرنے کی کوشش کر رہی ہے کہ کس طرح معاشرے کو منظم کیا جائے۔یعنی ریاست پہلے سے ہی ایک بنیاد پر قائم تھی اور اسے محسوس ہوا کہ عوام کسی اور بنیاد پر متفق ہیں اور وہ بنیاد ریاست کی بنیاد سے ٹکراتی ہے۔ اس طرح ایک سیکولر ریاست نے اسلام پسند اکثریت کو انتہا پسندی کے نام پر تبدیل کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ پاکستانی ریاست کی غیر طبعی اور غیر فطری نوعیت کا سب سے بڑا ثبوت ہے اور یہ اس کشیدگی کو ظاہر کرتا ہے جس کی شناخت پہلے کی گئی تھی۔ اس کشیدگی کی ایک اور مثال 11/9 کے بعد پاکستانی ریاست کو درپیش شدید دشواری کا سامنا تھا، جب افغانستان پر قبضہ کرنے کے لیے پاکستانی ریاست نے متوقع طور پر امریکہ کا ساتھ دیا۔ پاکستانی ریاست کی خارجہ پالیسی کے خلاف پاکستان کے قبائلی علاقوں میں پر تشدد ردِ عمل سیکولر ریاست کے خلاف سب سے زیادہ واضح ردعمل تھا اور یہ اس بات کی نشاندہی تھی کہ آبادی کا ایک حصہ کھلم کھلا سیکولر اتفاق رائے کو چیلنج کرنے کے لئے تیار ہے جس پر پاکستان کی ریاست کا نظام قائم ہے۔

اسی کشیدگی کی ایک اور مثال پنجاب کے سیکولر گورنر

سیکولر ریاست اور عوام کے درمیان یہ کشیدگی پاکستان اور مسلم دنیا میں کچھ عرصے سے پنپ رہی ہے اور اس میں بڑے پیمانے پر اضافہ ہوا ہے کیونکہ احیاءِ اسلام کا سلسلہ حالیہ برسوں میں مضبوط ہوا ہے

سلمان تاثیر کی موت کے معاملے میں معاشرے کا جواب تھا جو پاکستان میں توہین رسالت کے قوانین کو چیلنج کرنے کے سبب گولی مار کر قتل کیا گیا تھا۔ سلمان تاثیر کی آخری رسومات میں کچھ عدد سرگرم سیکولر کارکنوں نے شرکت کی جبکہ دوسری طرف اس کے قاتل ممتاز قادری، جس کو پھانسی کی سزا دی گئی ، پاکستانی حکومت کی جانب سے ذرائع ابلاغ پر نشرواشاعت کی پابندی کے باوجود اس کا جنازہ پاکستان کی تاریخ کے سب سے بڑے جنازوں میں سے ایک تھا۔سیکولر ریاست اور عوام کے درمیان یہ کشیدگی پاکستان اور مسلم دنیا میں کچھ عرصے سے پنپ رہی ہے اور اس میں بڑے پیمانے پر اضافہ ہوا ہے کیونکہ احیاءِ اسلام کا سلسلہ حالیہ برسوں میں مضبوط ہوا ہے۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ امریکہ کے نیوکنزرٹوز (neo-conservatives) نے وسیع پیمانے پر احیاءِ اسلام کے اثرات پوری مسلم دنیا تک پہنچنے کے ردِ عمل کے طور پر شروع کی۔ جب مغربی پالیسی سازوں نے سرد جنگ کے خاتمے اور جیت پر خوب جشن منائے وہاں ان میں سے بہت ساروں نے افغان جنگ کے غیر ارادی نتائج کو نظر انداز کر دیا تھا۔ مسلم دنیا میں احیاءِ اسلام کے لئے ایک جامع، ثقافتی، فکری اور سیاسی تحریک پہلے ہی جاری تھی جب افغانستان پر سوویت حملے کے خلاف افغان جنگ شروع کی گئی ۔ مغرب نے سوویت یونین کے خاتمے کی تشریح کیمونسٹ ورلڈ پر مغربی تہذیب کی فتح کے طور پر کی، لیکن مسلم دنیا میں اس کی تشریح بہت مختلف تھی۔ مسلمانوں کے نزدیک انہوں نے دنیا کی سپر پاورز میں سے ایک کو زیر کیا تھا۔ اس اعتماد نے احیاءِ اسلام کے کام کو مزید تقویت دی۔ مسلم دنیا کے اندر ایک ڈیموگرافک (آبادی کی) تبدیلی سمیت کچھ اور عوامل اور مغربی دنیا کی بڑھتی ہوئی لالچ اور کھلی سامراجی اور استعماری خارجہ پالیسی نے احیاءِ اسلام کے کام کو تیز کرنے میں مدد دی۔ احیاءِ اسلام کے کام کے لئے نہایت اہم مرحلہ وہ تھا جب مغربی دنیا، خاص طور پر امریکہ میں یہ خوف پیدا ہونا شروع ہوا کہ مسلم دنیا میں سیکولر ریاست کی بقا اور تسلسل کی گنجائش نہیں ہے۔ مسلم دنیا کی کئی ریاستوں میں " اسلامائزیشن کے عمل" کی تازہ ترین مثال طالبان کی حکومت تھی، جس میں اسلامی کٹر پن، پشتون قبائلی روایات اور سیکولر ریاست کے اصولوں کا امتزاج تھا۔ یہ مسلم عوام کے اندر مغربی تہذیب کی فکری کشش اور ثقافتی برتری ہی تھی، جس

نے مسلم دنیا میں سیکولر ریاست کی موجودگی اور تسلسل کو قائم کیے رکھا۔ مگر یہ فکری کشش اور ثقافتی برتری آہستہ آہستہ کمزور اور ناکارہ ہونے لگی اور اس کی جگہ مغرب اور استعمار کے مخالف جذبات لے رہے تھے۔ مسلم دنیا کے اندر وسیع پیمانے پر موجود منظم عسکری گروہ، جو سوویت یونین کے خلاف افغان جنگ کی میراث تھے، کو ختم کرنے کا بہانہ بنا کر امریکہ نے مسلم دنیا میں مداخلت کا عذر تلاش کیا۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ کا گویا اصل ہدف مسلم دنیا سے عسکری گروہوں کا خاتمہ کرنا نہیں تھا، بلکہ یہ تو صرف ایک آپریشنل حکمت عملی تھی، درحقیقت اس جنگ کے ذریعے سیکولر ریاست کی حفاظت کرنا مقصود تھا جو مسلم ممالک میں مغربی اثرورسوخ کا بنیادی ذریعہ ہے۔

امریکہ کے افغانستان میں اور مسلم دنیا کی ان ریاستوں میں اسٹریٹجک مفاد، جہاں سیکولر ریاست مکمل طور پر ختم ہوگئی ہے، سب کے لئے عیاں ہے۔ امریکی سینیٹ کی مسلح سروس کمیٹی کے سامنے امریکی خصوصی آپریشنز کمانڈر جنرل ریمنڈ تھامس جمعرات کو 4 مئی، 2017 کو پیش ہوئے۔ سینٹر جان مکین کے پوچھنے پر جنرل ریمنڈ تھامس نے کہا: "میرا خیال ہے کہ افغانستان میں نہایت اہم عنصر وہ امریکی وعدہ تھا کہ "ایک مضبوط اور دیرپا ریاست" قائم ہو، یہ اہم پہلو ماضی میں "موثر طریقے سے بیان نہیں کیا گیا"۔ "مجھے لگتا ہے کہ ہماری نئی حکمت عملی اس کی تعریف طے کرنے جارہی ہے۔" افغانستان اور جنوبی ایشیا کے لئے اپنی نئی پالیسی کا اعلان کرتے ہوئے، 21 اگست، 2017 کو امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے عراق سے امریکی انخلا کا حوالہ دیا اور اسے غلطی تسلیم کیا جس کے نتیجے میں عراقی ریاست کا خاتمہ ممکن ہوا اور کہا کہ افغانستان میں اسی غلطی کو دوبارہ نہیں دہرانا چاہیے۔ اس نے کہا: "اور، جیسا کہ ہم جانتے ہیں، 2011 میں، امریکہ تیزی سے اور غلطی سے عراق سے نکل گیا۔ نتیجے کے طور پر، ہمارے مشکل سے حاصل شدہ ثمرات سارے دشمن دہشت گردوں کے ہاتھ لگ گئے۔ ہمارے فوجیوں نے دیکھا کہ وہ شہر جن کے لئے وہ لڑے، انہیں آزاد کراتے ہوئے اور جیتنے پر خون آلودہ ہوئے، وہ علاقے واپس دہشت گرد گروہ جیسے

> پاکستان کی مسلح افواج پاکستان میں موجود غیر فطری ریاست یعنی سیکولر ریاست کو ختم کرکے اس کی جگہ پر اسلام کی ریاست یعنی نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت کو قائم کریں۔ یہ مسلم دنیا میں امریکہ کی بنیادی اسٹریٹجک مفاد کا خاتمہ کردے گا اور اسلام اور مسلمانوں کے لئے حکمرانی کا ایک نیا دور شروع ہوگا

داعش کے پاس جارہے ہیں۔ ہم نے جلدی نکلنے سے جس خلا کو چھوڑا، اسے جلد ہی داعش نے اپنے کنٹرول میں لیا، اور اسے بڑھانے، بھرتی کرنے، اور حملوں کے لیے محفوظ پناہ گاہ کے طور استعمال کیا۔ ہم عراق میں اپنے رہنماؤں کی غلطی کو افغانستان میں دوبارہ نہیں دہرا سکتے۔" شام کے بحران کے حل کے لئے امریکہ نے جنیوا I اور II کنونشن کے ذریعے سیکولر ریاست کو محفوظ بنانے کے ہدف کو واضح کیا ہے کہ ایک سیاسی سمجھوتے پر غور کیا جائے۔ ایسا سمجھوتہ جو حکومت اور حزب اختلاف کی شراکت داری اور سیکورٹی فورسز کو برقرار رکھتے ہوئے نئے انتخابات کا اہتمام کرے، شام کی حکومت کا نیا سربراہ منتخب کرے، اور آئین کو دوبارہ لکھنے کی راہ ہموار کرے مگر جو بنیادی طور پر ایک سیکولر ریاست ہی کو دوبارہ شام میں قائم کرے۔ لیبیا، یمن اور عراق کی ریاستوں کے مکمل انہدام کے بعد، امریکہ اور یورپی طاقتیں مل کر ان ممالک میں سیکولر ریاست کو دوبارہ بحال کرنے کے لئے کوششوں میں مصروف ہیں۔

مسلم دنیا میں سب سے نمایاں امریکی اسٹریٹجک مفاد سیکولر ریاست کا تحفظ یقینی بنانا ہے، اس کی مدد کرنا اور اس کے تسلسل کو طول دینا ہے۔ اور اسلامی تاریخ اور ثقافت کی بنیاد پر متبادل حکومتی ماڈل کو ابھرنے سے روکنا ہے۔ کیونکہ یہ سیکولر ریاست ہی ہے جو مسلم ممالک میں مغربی اثرورسوخ کی ضامن ہے۔ امریکہ کا افغانستان اور پاکستان میں یہی اسٹریٹجک مفاد ہے۔ امریکی پالیسی سازوں کے اندر ایک بحث ہے جس میں پاکستان پر بہت زیادہ دباؤ ڈالنے کے بارے میں انتباہ ہے کہ کہیں اس دباؤ کے نتیجے میں پاکستان میں سیکولر ریاست کا خاتمہ نہ ہو جائے کیونکہ امریکی پالیسی ساز پاکستان میں سیکولر ریاست اور اسلام پسند عوام کے درمیان کشیدگی سے واقف ہیں۔

افغانستان میں امریکہ اسی ہدف کا تعاقب کررہا ہے۔ یہاں سیکولر ریاست کی غیر طبعی اور غیر فطری نوعیت بالکل واضح ہے کیونکہ امریکی فوجی اور معاشی امداد کے بغیر Bonn معاہدے سے وجود میں آنے والی افغانستان کی ریاست اگر دنوں میں نہیں تو شاید ہفتوں میں گر جائے گی۔ افغانستان میں سیکولر ریاست کی موجودگی سے امریکہ اس قابل ہو پائے گا کہ وہ اپنے دوسرے اسٹریٹجک مقاصد کو بھی حاصل کرے۔

امریکہ افغانستان میں فوجی اڈوں کے ذریعہ علاقائی سطح پر طاقت کا اظہار کرنا چاہتا ہے اور وہ افغانستان میں شکست سے بچنے کی کوشش میں ہے جس سے اس کی عالمی ساکھ کو نقصان پہنچے گا اور افغانستان میں شکست کے بعد جس طرح سوویت یونین کا خاتمہ ہوا، امریکہ عالمی سطح پر اس طرح کے اثرورسوخ کے زوال سے خائف ہے۔ ان مقاصد کا حصول صرف اس وقت ممکن ہے جب افغانستان میں سیکو لر ریاست قائم رہے۔

اسلام تسلیم کرتا ہے کہ ریاست تعمیر کرنے کے عمل میں، اتھارٹی لوگوں کے پاس ہے۔ لہذا نبی اکرم ﷺ نے منظم سیاسی اور فکری جدوجہد کے ذریعے عوام میں اور اسوقت کے ریاستی ڈھانچے کے درمیان کشید گی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ یہ کشید گی عوام کو ایک بہتر اور اعلی سیاسی نظام کی تنظیم نو پر قائل کرنے اور ان کے دل جیتنے سے قائم ہوئی۔ لہذا آپؐ نے فکری اور سیاسی جدوجہد کے ذریعے موجودہ ریاست یا اتھارٹی کے ڈھانچے کی مکمل تباہی کا کام شروع کیا۔ جب نبی اکرم ﷺ ایک سیاسی تحریک قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے جس نے اس وقت کی ریاست یا اتھارٹی کے ڈھانچے کو غیر طبعی اور غیر فطری کے طور پر عوام کے سامنے پیش کیا، تب آپؐ نے اس نے غیر طبعی ریاست یا اتھارٹی کے ڈھانچے کو ہٹانے کے لئے اور اسے نئی ریاست میں تبدیل کرنے کے لئے اہلِ نصرہ سے مدد طلب کی۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ مدینہ میں اوس اور خزرج کے قبائلی رہنماؤں کی مدد سے ریاست قائم کرنے میں کامیاب ہوئے جس نے عوام اور پرانی ریاست یا اتھارٹی کے ڈھانچے کے درمیان کشید گی کو ختم کر دیا۔ آج پاکستان اور مسلم دنیا کے اسٹریٹجک مسئلہ کا حل صرف ایک ہی صورت میں ہے۔ پاکستان کی مسلح افواج پاکستان میں موجود غیر فطری ریاست یعنی سیکولر ریاست کو ختم کر کے اس کی جگہ پر اسلام کی ریاست یعنی نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت کو قائم کریں۔ یہ مسلم دنیا میں امریکہ کی بنیادی اسٹریٹجک مفاد کا خاتمہ کر دے گا اور اسلام اور مسلمانوں کے لئے حکمرانی کا ایک نیا دور شروع ہو گا۔

إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ

"ہم اپنے پیغمبروں کی اور جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کی دنیا کی زندگی میں بھی مدد کرتے ہیں اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے (یعنی قیامت کو بھی) "(غافر: 51)

ختم شد

بقیہ صفحہ 42 سے

ہم پر لازم ہے کہ ہم ماضی سے سبق لیں کہ امریکہ پاکستانی حکومت میں موجود اپنے ایجنٹوں کی مدد کے بغیر افغانستان میں قدم نہیں رکھ سکتا تھا اور طالبان کے خلاف پاکستانی حکومت کی نئی پالیسی ایک نئے امریکی ڈرامے کے سوا کچھ نہیں ہے تا کہ ایک دوسرے مقصد کو تقویت بخشی جائے، جو یہ ہے کہ بغیر کوئی قیمت ادا کیے یا کم سے کم قیمت پر ایجنٹ افغان حکومت کو لاحق خطرات کو دور کیا جائے۔ اس پالیسی کا مقصد اس کے سوا کچھ اور نہیں ہے اور پاکستان کے نئے حکمران امریکی منصوبے کے لیے نیا چہرہ فراہم کر رہے ہیں۔ امریکہ کبھی پاکستان میں موجود اپنے ان غلاموں کو کہتا ہے کہ افغان جہاد کے خلاف سخت گیر ہو کر اس کو توڑیں جیسا کہ بدنام زمانہ راحیل شریف نے وزیرستان میں اوباما کے منصوبے پر عمل درآمد کر کے کیا تھا اور اب امریکہ کے نئے برسر اقتدار لوگ اس کوشش میں ہیں کہ طالبان کو ورغلائیں اور طالبان کو "مذاکرات کی میز" پر بٹھا کر انہیں قابو میں لائیں تا کہ جہاد کرنے کے لیے باقی رہ جانے والی قوت ارادی کو توڑا جا سکے، اور اسی لئے امریکہ کی نئی قیادت گمراہ کرنے اور دھوکہ دینے کے لئے پاکستان کے قریبی روابط کے توسط سے مذاکرات کی خاطر زور ڈال رہی ہے۔ ہم اس خطرے سے خبردار کرتے ہیں کہ امریکہ اور اس کے ایجنٹوں کے بچھائے ہوئے جال میں نہ پھنسیں اور ان پر کسی قسم کا بھروسہ نہ کریں۔

﴿وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ﴾

"اِن ظالموں کی طرف ذرا نہ جھکنا ورنہ جہنم کی لپیٹ میں آ جاؤ گے اور تمہیں کوئی مددگار نہ ملے گا جو تمہیں اللہ تعالیٰ سے بچا سکے اور کہیں سے تم کو مدد نہ پہنچے گی "(سورۃ ہود:113)

24 ذی القعد 1438 ہجری

16 اگست 2017

ختم شد

سرمایہ داریت دہشت گردی اور قتلِ عام کی حوصلہ افزائی کرتی ہے

تحریر: سعد جگرانوی

جب سے امریکہ نے خطے میں قدم رکھا ہے پاکستان میں "دہشت گرد حملے" ایک معمول بن گئے ہیں۔ سیاست سے باخبر لوگوں نے ہمیشہ ان حملوں کو "فالس فلیگ حملے" (False Flagattacks) قرار دیا ہے جنہیں ہمارے قابل مذمت حکمران اُن لوگوں کو مارنے کرنے کے لیے جواز کے طور پر استعمال کرتے ہیں جو افغانستان میں امریکہ کے قبضے کے خلاف لڑرہے ہیں۔ پاکستان کے میڈیا میں موجود حکمرانوں کے چمچے امریکی منصوبے کی کامیابی کے لیے اس گھناؤنی حقیقت پر ایک مختلف بیانیہ پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن اس قسم کا حکومتی پروپیگنڈا سیاست سے باخبر لوگوں کو دھوکہ نہیں دے سکتا جنہوں نے استعماری طاقتوں اور ان کے ایجنٹوں کے منصوبے دیکھ رکھے ہیں۔

ایک بات تو یقینی ہے کہ ہماری سڑکوں پر ایسی شیطانی لوگ گھوم پھر نہیں رہے جو قتلِ عام کی منصوبہ بندی کررہے ہوں جیسا کہ ہم نے یکم اکتوبر 2017 کو امریکہ کے شہر لاس ویگاس میں دیکھا۔ ایک سابق لکھ پتی ریٹائرڈ اکاؤنٹنٹ اسٹیفن پیڈاک نے 59 لوگوں کو قتل جبکہ 489 کو زخمی کردیا۔ افسوسناک بات یہ ہے کہ دنیا کو اس واقع پر کوئی خاص حیرت نہیں ہوئی جو کہ امریکہ میں اس قسم کے واقعات کے رونما ہونے کی عادی ہو چکی ہے۔ اور اعدادوشمار بھی اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ امریکہ میں یہ ایک معمول کی بات ہے۔ اگست 2015 میں واشنگٹن پوسٹ نے بتایا کہ امریکہ میں روزانہ اوسطاً فائرنگ کا ایک بڑا واقع پیش آتا ہے۔ دسمبر 2015 میں واشنگٹن پوسٹ نے بیان کیا کہ اس سال (2015) میں اب تک امریکہ میں 355 فائرنگ کے بڑے واقعات پیش آچکے ہیں۔

اس قسم کے ہر واقع کے بعد امریکی اسٹیبلشمنٹ فوراً افراد کو ذمہ دار ٹھہراتی ہے، ان لوگوں کے انٹرویو کرتی ہے جو فائرنگ کرنے والے کو جانتے ہوں، ان کی ذاتی زندگی اور ماضی کی معلومات جمع کرتی ہے جبکہ ان جرائم کی اصل وجوہات پر پردہ ڈالا جاتا ہے۔

اگست 2015 میں واشنگٹن پوسٹ نے بتایا کہ امریکہ میں روزانہ اوسطاً فائرنگ کا ایک بڑا واقع پیش آتا ہے۔ دسمبر 2015 میں واشنگٹن پوسٹ نے بیان کیا کہ اس سال (2015) میں اب تک امریکہ میں 355 فائرنگ کے بڑے واقعات پیش آچکے ہیں۔

ہم کہانیاں سنتے ہیں کہ قاتلوں کی ذہنی صحت کیسی تھی، کس طرح انہوں نے اپنے آس پاس رہنے والوں سے اپنی بیماری کو چھپایا، یا کس طرح انہوں نے نفسیاتی جانچ پڑتال کو دھوکہ دیا۔ واشنگٹن میں رپورٹرز سے قاتل کے متعلق بات کرتے ہوئے صدر ٹرمپ نے اس واقع کو ایک فرد کا مسئلہ قرار دیتے ہوئے امریکہ کے بکھرتے زوال پذیر معاشرے سے توجہ ہٹانے کی کوشش کی۔ امریکی صدر نے کہا، "وہ ایک بیمار آدمی تھا۔ ایک پاگل آدمی، کئی مسائل کا شکار۔۔۔۔ہم ایک بہت بہت بیمار فرد کے معاملے سے نمٹ رہے ہیں"۔

لیکن ٹرمپ غلط ہے۔ ہم یہاں صرف کسی ایک بیمار آدمی کا معاملہ نہیں دیکھ رہے بلکہ ہم ایک بیمار معاشرے کو دیکھ رہے ہیں جو کہ ایک بیمار نظریہ حیات (آئیڈیالوجی) پر کھڑا ہے جس کے اقدار بیمار ہیں۔ قتل عام کرنے والے قاتل افراد براہِ راست گھٹیا سرمایہ دارانہ نظریۂ حیات کی پیداوار ہیں۔ سرمایہ داریت انفرادیت کے رجحان کو پروان چڑھاتی ہے اور اجتماعی ذمہ داریوں کو نظرانداز کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔ یہ نظریہ حیات پیغام دیتا ہے کہ آپ اکیلے ہیں اور آپ اکیلے ہی اپنی آزادیوں کے حصول کے لیے ہر ایک سے مقابلہ کررہے ہیں۔ یہ مطلب پرست اورانفرادیت پر مبنی سرمایہ داریت کا نقطہ نظر ہر ایک کو یہ سوچنے پر مجبور کردیتا ہے کہ اس کے سماجی تعلقات یا زندگی کے کسی بھی معاملے کی کیا "قیمت" ہے اور اس سے کیا "مادی منفعت" حاصل ہوسکتی ہے۔ مادی منفعت دیگر تمام اقدار پر حاوی ہو جاتی ہے چاہے ان کا تعلق اخلاقیات سے ہو یا روحانیت سے یا پھر انسانیت سے۔ سیکولرازم کے دین کو دنیا کے زندگی سے الگ کردینے کی وجہ سے مغرب کا معاشرہ اس قسم کا بن گیا ہے جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے سامنے اپنے اعمال کی جوابدہی کو زیادہ اہمیت نہیں دیتا۔ ملکیت کی آزادی تمام آزادیوں میں سب سے زیادہ اہم بن گئی ہے۔ اس آزادی نے سوائے مطلبی ذہنیت کے کچھ پیدا نہیں کیا جس کی وجہ سے معاشرہ تباہی کے دہانے پر پہنچ گیا ہے۔ زندگی ایک مقابلہ بن گئی ہے جہاں دوسروں کے حقوق

غضب کیے جاتے ہیں اور اکثریت "ناکام لوگوں" کی ہوگئی ہے جس کا اظہار وال اسٹریٹ مہم میں اس نعرے کے ذریعے کیا گیا کہ، "ہم 99 فیصد ہیں"۔ آزادی کا تصور نہ صرف انسان کو خود کو قابو میں رکھنے کی صلاحیت سے محروم کردیتا ہے، جس کا مشاہدہ ہم قتل عام کی وارداتوں میں دیکھتے ہیں، بلکہ اس کی وجہ سے اضطراب اور غصہ پیدا ہوتا ہے جو ایک لاوے کی صورت میں ایک فرد میں پکتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ لاوہ پھٹ پڑتا ہے۔ سرمایہ داریت اور اس کی آزادیاں ہی اس افسوس ناک صورتحال کی ذمہ دار ہیں۔ صرف اسلحے کے زیادہ سخت قوانین و ضوابط، ہوٹل سیکیورٹی اور نفسیاتی جانچ پڑتال دنیا کی سب سے بڑی سرمایہ دارانہ ریاست میں قتلِ عام کے وبائی مرض کو ختم نہیں کر سکتے۔

صرف اسلام ہی اس قسم کے درد کی دوا فراہم کرتا ہے اور امت پر لازم ہے کہ وہ ایک امت کی طرح اٹھیں اور اسلام کو نافذ کریں۔ اسلام اجتماعی ذمہ داریوں اور معاشرے کی فکر کو بہت اہمیت دیتا ہے اور فرد کی گمراہی کے حوالے سے خبردار کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **مثل القائم على حدود الله والواقع فيها كمثل قوم استهموا على سفينة، فصار بعضهم أعلاها وبعضهم أسفلها، وكان الذين في أسفلها إذا استقوا من الماء مروا على من فوقهم فقالوا: لو أنا خرقنا في نصيبنا خرقًا ولم نؤذ من فوقنا ، فإن تركوهم وما أرادوا هلكوا وهلكوا جميعًا، وإن أخذوا على أيديهم نجوا ونجوا جميعا،** "حدود اللہ کو قائم کرنے والے اور ان کی خلاف ورزی کرنے والوں کی مثال اس گروہ کی سی ہے، جس نے کشتی میں جگہ کے لیے قرعہ اندازی کی ۔ پس اس میں سے کچھ افراد تو کشتی کے اوپر والے حصہ میں چلے جائیں اور کچھ نیچے رہ جائیں۔ سو جو لوگ نچلے حصے میں ہوں ،جب وہ اپنی پیاس بجھانے کے لیے اوپر والوں کے پاس پانی لینے کے لیے جائیں اور ان (اوپر والوں) سے کہیں کہ اگر ہم نچلے حصے میں سوراخ کرلیں تو آپ بھی تکلیف سے بچ جائیں گے۔ اب اگر اوپر والے انہیں اس سے باز نہ رکھیں اور آزاد چھوڑ دیں، تو نیچے والے اور اوپر والے دونوں ہلاک ہو جائیں گے۔ اور اگر وہ نیچے والوں کو روکیں گے تو دونوں نجات پائیں گے"(بخاری)۔

اسلام انسانوں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے کہ وہ اپنا احتساب خود کریں اور اپنی خواہشات کو ہمیشہ ہمیشہ کی خوشی کے حصول کے لیے اللہ کی وحی کے تابع کریں۔ ابو یعلیٰ شداد بن اوس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **الْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ أَتْبَعَ نَفْسَهُ هَوَاهَا ثُمَّ تَمَنَّى عَلَى اللَّهِ** "عقلمند آدمی وہ ہے جو اپنا احتساب کرتا ہے اور اس چیز کے حصول کی کوشش کرتا ہے جو موت کے بعد آنے والی ہے۔ اور بے وقوف ہے وہ شخص جو اپنی خواہشات کی پیروی کرتا ہے اور پھر اللہ سے توقعات بھی لگاتا ہے"(ابن ماجہ)۔

اسلام اس بات کی ترویج کرتا ہے کہ اس زندگی میں ناکامی اور کامیابی کا معیار مادی منفعت نہیں ہے بلکہ اسلام پر ایمان رکھنا اور اچھے اعمال کرنا کامیابی کی ضمانت ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، **إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيرُ** "بے شک ایمان قبول کرنے والوں اور نیک کام کرنے والوں کے لیے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ یہی بڑی کامیابی ہے"(البروج:11)۔ اور اسلام خبردار کرتا ہے کہ اللہ کی رضا کی جستجو ہمیشہ رہنی چاہیے اور اس سے غفلت نہیں برتنی چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **إِنَّ الْعَبْدَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ النَّارِ، وَإِنَّهُ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَإِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، وَإِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالْخَوَاتِيمِ** "ایک شخص ہو سکتا ہے کہ ایسے اعمال کرے جو جہنمی لوگوں کے ہیں جبکہ حقیقت میں جنتی لوگوں میں سے ہے، اور ہو سکتا ہے کہ وہ جنتی لوگوں کے اعمال کرے جبکہ وہ جہنمی لوگوں میں سے ہو، اور یقیناً اعمال کے اجر کا فیصلہ آخری اعمال پر ہوتا ہے جو ایک شخص کرتا ہے"(بخاری)۔ اسلام کے مضبوط عقائد اور اقدار کے ساتھ ساتھ اس کا ایک مکمل نظام زندگی بھی ہے جو ایک فرد کو معاشرے کا استحصال کرنے سے روکتا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، **كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنكُمْ** "تاکہ تمہارے دولت مندوں کے ہاتھوں میں ہی یہ مال گردش کرتا نہ رہ جائے"(الحشر:7)۔

امریکہ گل سڑ رہا ہے جیسے جسم سے روح نکل جانے کے بعد لاش گلتی سڑتی ہے۔ اس کا تعفن پوری دنیا میں اس سے نفرت پیدا کر رہا ہے۔ یہی وقت ہے کہ اس کے نظریہ حیات کو دفن کر دیا جائے اور صرف ایک ہی امت ہے جو یہ کام کر سکتی ہے اور وہ ہے رسول اللہ ﷺ کی امت، جو دین حق پر پوری مضبوطی سے کھڑی ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، **كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۗ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُم ۚ مِّنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ** "تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے واسطے پیدا کیے گئے ہو، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو، اگر اہل کتاب بھی ایمان لاتے تو ان کے لیے بہتر تھا، ان میں ایمان لانے والے تو ہیں لیکن اکثر فاسق ہیں"(آل عمران:110)

ختم شد

واقعہ کربلا پر صحیح نقطہ نظر اور اس سے حاصل ہونے والا سبق

تحریر: عثمان عادل

بے شک کربلا کا واقعہ اسلام کی تاریخ کا انتہائی افسوس ناک واقعہ ہے اور ہمیشہ سے مسلمانوں کی آنکھوں کو نم کرتا رہا ہے۔ جہاں اس واقعے نے پورے عالمِ اسلام کو ہلا کر رکھ دیا وہاں اس واقعے نے امتِ مسلمہ کو اہم سبق بھی عطا کیا ہے۔ تاہم واقعہ کربلا کے متعلق صحیح نقطہ نظر اختیار کرنے اور اس واقعے سے حاصل ہونے والے سبق کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اسلامی احکامات کی روشنی میں اس واقعے کے پس منظر کو دیکھا جائے اور اسلام کے حکمرانی کے اصولوں پر نظر ڈالی جائے۔

سب سے پہلے ہمارے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ اسلام نے حکمران کی تقرری کا کیا طریقہ مقرر کیا ہے۔ اسلام نے حکمران کے تقرر کو جو طریقہ مقرر کیا ہے وہ صرف اور صرف بیعت کا طریقہ ہے۔ اسلام میں امت ایک شخص کو اس شرط پر بیعت دیتی ہے کہ وہ قرآن وسنت کو قانون کے طور پر نافذ کرے گا اور اس بیعت کے ذریعے ہی وہ مسلمانوں کا خلیفہ بنتا ہے۔ بیعت امت کا ہی حق ہے۔ امت جسے چاہتی ہے بیعت کے ذریعے اپنا خلیفہ مقرر کرتی ہے۔ چاروں خلفائے راشدین کو بیعت کے ذریعے ہی مقرر کیا گیا۔ اور وہ اسی وقت خلیفہ بنے جب لوگوں نے انہیں رضامندی کے ساتھ بیعت دے دی۔

اسلام میں بادشاہت کا کوئی تصور نہیں۔ اور نہ ہی اسلام میں حکمران کسی کو اپنی طرف سے ولی عہد بنا سکتا ہے۔ اگر ایک شخص اقتدار پر قبضہ کر لے اور امت نے اسے بیعت نہ دی ہو اور حکمران تسلیم نہ کرتی ہو، اسے ہٹانا امتِ مسلمہ پر فرض ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے بعد ابو بکر مسلمانوں کے خلیفہ بنے، اس کے بعد یہ خلافت عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ اور پھر حسنؓ کو حاصل ہوئی۔ امام حسنؓ امیر معاویہ کے حق میں دستبردار ہو گئے اور یوں امیر معاویہ مسلمانوں کے خلیفہ بن گئے۔ لیکن امیر معاویہ نے اپنی زندگی میں اپنے بیٹے یزید کے حق میں بیعت لینا چاہی۔ تاہم اس وقت جو صحابہ زندہ تھے انہوں نے ولی عہدی کے اس عمل کو یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ یہ نبی ﷺ کی سنت نہیں بلکہ قیصر وکسریٰ کی سنت ہے۔ امیر معاویہ کے وصال کے بعد ہونا یہ چاہیے تھا کہ امتِ مسلمہ کے سرکردہ لوگوں کے مشورے سے نیا خلیفہ مقرر کیا جائے۔ لیکن ایسا نہ ہوا اور یزید نے شام کے علاقے میں اپنے والد کی جگہ اقتدار سنبھال لیا۔ اس وقت مسلمانوں کے تین سیاسی مراکز تھے۔ مدینہ منورہ، کوفہ اور شام۔ مدینہ منورہ اور کوفہ کے لوگ حضرت امام حسین کے ساتھ تھے اور انہیں خلیفہ مقرر کرنا چاہتے تھے جبکہ شام کے لوگ یزید کے زیرِ نگیں تھے۔ جو کہ امیر معاویہ کے دور میں طویل عرصے تک خلافت کا دارالحکومت رہا تھا۔ حضرت امام حسینؓ کی کوشش تھی کہ مدینہ اور کوفہ کے لوگوں کی بیعت لے کر اکثریت کو حاصل کر لیا جائے اور یوں یزید کی حکمرانی کو چیلنج کیا جائے جس نے اقتدار پر قابض ہو کر امت کا حق غصب کر لیا تھا۔ حضرت امام حسینؓ یہ دیکھ رہے تھے کہ یزید اسلام کے مسلمہ اصولوں کی خلاف ورزی کر رہا ہے اور ایک ایسا سلسلہ شروع کر رہا ہے کہ جس کے نتیجے میں خلافت موروثی حکمرانی میں تبدیل ہو جائے گی۔ جس کا لازمی نتیجہ اسلامی ریاست کی کمزوری کی صورت میں نکلے گا۔ وہ یہ دیکھ رہے تھے کہ اگر اسلام کی یہ گرہ کھل گئی تو پھر اسلام کے باقی احکامات سے انحراف کی راہ بھی ہموار ہو جائے گی۔ چنانچہ یزید کو چیلنج کرنا انتہائی ضروری تھا۔ حضرت امام حسین نے اپنی قوت میں اضافے کے لیے کوفہ کے سفر کا ارادہ کیا کہ جس کے لوگوں نے حضرت امام حسین کو اپنی طرفداری کا یقین دلایا تھا۔ یزید نے حضرت امام حسینؓ کی اس کوشش کو روکنے کی کوشش کی۔ وہ کوفہ کے راستے میں ہی تھے کہ کوفہ کے والی ابنِ زیاد کے بھیجے ہوئے لشکر نے انہیں روک لیا گیا۔ آپ کے ساتھ آپ کے خاندان کے تقریباً 100 افراد بھی تھے۔ ابنِ زیاد کے بھیجے ہوئے لشکر نے مصالحت کے تمام رستے بند کر دیے اور آپ سے زبردستی اطاعت کرانے کی کوشش کی۔ لیکن حضرت امام حسین نے اس کی اطاعت کرنے اور گرفتاری دینے سے انکار کر دیا۔ اور جرآت مندی سے لڑنے کو ترجیح دی۔ ابنِ زیاد کے بھیجے ہوئے لشکر نے اس بات کی بھی پرواہ نہ کہ وہ ایک ایسی شخصیت کے خلاف تلوار نکال رہا ہے کہ جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے جو حسین سے محبت کرے گا اللہ اس سے محبت کرے گا۔ ایک مختصر سا قافلہ ایک لشکر کا مقابلہ کہاں تک کر سکتا تھا۔ اور یوں کربلا کا میدان صحابی و نواسہ رسول کا مقتل بن گیا۔ اس واقعے نے یزید کو ظلم و جبر کا استعارہ بنا دیا اور حضرت امام حسین پوری امتِ مسلمہ کے سامنے ظلم وجبر کے سامنے سر نہ جھکانے کی اعلیٰ مثال بن گئے۔۔۔

بقیہ صفحہ 20 پر

سوال وجواب: قرآن پاک میں سائنسی معجزے

سوال:

امیر محترم! اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

سلام کے بعد عرض ہے کہ قرآن کریم میں سائنسی معجزے کا کیا مطلب ہے؟ کیا واقعی قرآن سائنسی معجزات پر مشتمل ہے؟ اور کیا واقعی یہ سائنس کے قبیل میں سے ہی ہیں یا کچھ اور ہے؟

فہد زلوم

ختم شد

جواب:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

جہاں تک "قرآن کریم کے اندر سائنسی معجزے" کا تعلق ہے تو اس قسم کی اصطلاح کا وجود نہ تو نبی کریم ﷺ کے دور میں تھا اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے زمانے میں تھا۔ اس کی وضاحت کچھ یوں ہے:

1۔ معجزہ کہتے ہیں "نبوت کا دعویٰ کرنے والے انسان کے ہاتھ پر کسی ایسی غیر معمولی چیز کا ظہور، جسے وہ منکرین نبوت کے سامنے بطور چیلنج کے پیش کرے اور وہ اس کی مثال لانے سے بالکل عاجز اور بے بس ہو کر رہ جائیں۔ چنانچہ نبی کے معجزے میں ان دو امور کا پایا جانا ضروری ہے: ایک یہ کہ پیش کردہ معجزہ خلافِ عادت اور نامانوس چیز ہو، دوسرا یہ کہ نبی جس کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے معجزہ عطا کر کے اس کی خصوصی مدد کی ہے، معجزہ دکھا کر منکرین نبوت کو چیلنج کرے ۔۔۔ رسول اللہ ﷺ کا معجزہ جسے انہوں نے اپنی نبوت کے ثبوت میں بطور چیلنج پیش کیا، قرآن کریم ہی ہے، اس مقصد کے لیے آپ ﷺ نے کسی اور چیز کے ذریعے عربوں کو چیلنج نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا) "کہہ دو کہ اگر تمام انسان اور جنات اس کام پر اکٹھے بھی ہو جائیں کہ قرآن جیسا کلام بنا کر لائیں، تب بھی وہ اس جیسا نہیں لا سکیں گے، چاہے وہ ایک دوسرے کی کتنی مدد کر لیں" (الاسراء:88)۔

رسول اللہ ﷺ کا معجزہ جسے انہوں نے اپنی نبوت کے ثبوت میں بطور چیلنج پیش کیا، قرآن کریم ہی ہے، اس مقصد کے لیے آپ ﷺ نے کسی اور چیز کے ذریعے عربوں کو چیلنج نہیں کیا۔ قرآنی معجزے کا سب سے زیادہ ظہور اس کی فصاحت وبلاغت (معیاری عربی) اور حیرت انگیز حد تک اس کی رفعت وبلندی میں ہوتا ہے۔

اور یہ ارشاد: ﴿أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾ "بھلا کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ یہ وحی اس (پیغمبر) نے اپنی طرف سے گھڑ لی ہے؟، (اے پیغمبر! ان سے) کہہ دو: "پھر تو تم بھی اس جیسی گھڑی ہوئی دس سورتیں بنا لاؤ، اور (اس کام میں مدد کے لیے) اللہ کے سوا جس کسی کو بلا سکو بلا لاؤ، اگر تم سچے ہو" (ھود: 13)۔ اور ارشاد فرمایا، (وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَى عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ) "ہم نے جو کچھ اپنے بندے پر اتارا ہے اس میں اگر تمہیں شک ہو اور تم سچے ہو تو اس جیسی ایک سورت تو بنا لاؤ، تمہیں اختیار ہے کہ اللہ تعالی کے سوا اپنے مددگاروں کو بھی بلا لو" (البقرۃ:23)

2۔ قرآنی معجزے کا سب سے زیادہ ظہور اس کی فصاحت و بلاغت (معیاری عربی) اور حیرت انگیز حد تک اس کی رفعت و بلندی میں ہوتا ہے۔ قرآن کے معجزانہ اسلوب میں یہ صفات عیاں ہیں۔ قرآن کے اندازِ بیاں اور اسلوب کلام میں جو وضاحت، قوت، حسن و خوبی، بانکپن اور کمال و جمال پایا جاتا ہے، کسی انسان کی رسائی وہاں تک نہیں ہو سکتی۔ باہم متوازن اور مربوط الفاظ جن کے ذریعے معانی کو ترتیب دے کر پیش کیا جائے، اُسلوب کہلاتا ہے، یا تعبیر کی ایک کیفیت جس میں معنی و مراد کو لغوی عبارات کے سانچے میں ڈھال کر نمایاں کیا جائے۔ اُسلوب کی وضاحت یہ ہوتی ہے کہ جو معنی ذہن نشین کرانا مطلوب ہو، وہ اختیار کردہ تعبیر میں نمایاں ہوں۔ اسلوب کی قوت؛ ایسے الفاظ کا انتخاب جو مطلوبہ مراد کی طرف رہنمائی کرے اور جو اس معنی کے موافق ترین ہوں، مثلاً نازک معانی کو نازک الفاظ کے ساتھ، طاقتور معنی کو زور دار الفاظ کے ساتھ اور گھٹیا معنی کو اس کے موافق الفاظ کے ساتھ ادا کیا جائے،

وغیرہ۔ جہاں تک اسلوب کی حسن وخوبی کی بات ہے تو یہ ادا کردہ معنیٰ کے لیے مناسب ترین، خالص اور شستہ عبارات کے چناؤ سے حاصل ہوتی ہے جو آس پاس کے ایک یا کئی جملوں کے الفاظ و معانی کے کے ساتھ بھی متناسب ہوں۔

3۔ قرآن کی تلاش و جستجو میں مگن رہنے والا شخص قرآنی اسلوب کی بلندیوں، وضاحت اور قوت و جمال کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کرتا ہے۔ اسے پتہ چلتا ہے کہ قرآن کا اپنا ایک مخصوص نہج ہے، جہاں ہر معنی و مفہوم کے لیے ایسے الفاظ نازل کیے گئے ہیں جو اس معنی کے لیے سب زیادہ موزوں اور مناسب ہوتے ہیں۔ ایک ایک لفظ اپنے آس پاس کے الفاظ اور معانی کے بھی مناسب ہوتا ہے۔ اس کیفیت میں کوئی ایک آیت بھی مختلف نہیں۔ تو اس کا معجز ہونا ایک تو اس کے اسلوب سے واضح ہوتا ہے، جہاں بات کرنے کا ایک خاص انداز دیکھا جاسکتا ہے، جس کا انسانی کلام کے ساتھ کوئی مشابہت نہیں ہوتی، نہ ہی انسانی کلام میں اس کی مشابہت پیدا کی جاسکتی ہے۔ دوسرا یہ کہ اس میں معنوں کو نہایت مناسب الفاظ اور جملوں کے قالب میں ڈھال کر اُتارا گیا ہے۔ اسی طرح قرآن کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ جو انسان اس کی فصاحت و بلاغت کی رَعنائیوں کا ادراک کر سکتا ہو اور اس کے معانی کی گہرائیوں میں اُتر سکتا ہو، اُس کے کانوں کے ساتھ اس کے الفاظ ٹکراتے ہی متاثر ہو جاتا ہے اور سراپا اشتیاق بن کر گڑگڑا کر سجدہ ریز ہو جاتا ہے، بلکہ ناواقف لوگوں پر بھی اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ ان کا دل و دماغ اس کے ترنم کے اسیر ہو جاتے ہیں، وہ معجزاتی آسمانی نغمہ کے آگے بے بس ہو کر گڑگڑانے لگتے ہیں، خواہ معنی سمجھ نہ بھی آئیں۔ اس لیے قرآن ایک معجزہ ہے اور تاقیامت معجزہ رہے گا۔

4۔ اس کے دلائل کہ قرآن کریم کا معجز ہونے کی وجہ اس کی لغوی اُسلوب ہے، تو ان میں سے چند یہ ہیں:

ا۔ معجزات کے حوالے سے یہ ایک معلوم حقیت ہے کہ کوئی نبی اپنی قوم کو چیلنج دینے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو معجزہ لے کر آتا تھا تو وہ ایسا کام ہوتا تھا جس میں اس کی قوم اعلیٰ درجہ کی مہارت کی حامل ہوتی

نبی ﷺ سے کہیں بھی منقول نہیں کہ انہوں نے قرآن میں مذکور سائنسی پہلوؤں سے عربوں کو چیلنج کیا، بلکہ آنحضرت ﷺ کا مطالبہ ان سے یہ تھا کہ قرآن جیسے انداز میں کوئی کلام بنا کر لاؤ

تھی، اور اس پر پوری طرح ان کو دسترس حاصل ہوتی تھی۔ اس طرح چیلنج دے کر ان کو لاجواب کر دینا مقصود ہوتا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی قوم کو جادو کے عمل کے حوالے سے چیلنج کیا، جبکہ وہ اس فن میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام کی قوم جو فنِ طب (میڈیسن) کے میدان کی شہسوار تھی اور علاج معالجے کے سلسلے میں حیرت انگیز کامیابیاں حاصل کی تھیں۔

انہوں نے اپنی قوم کو بیماریوں کے علاج اور مردوں کو زندہ کرکے چیلنج کیا۔ جہاں تک حضرت محمد ﷺ کی قوم کا معاملہ تھا، وہ نہ تو علومِ طبعیہ (فزکس، کیمسٹری وغیرہ) میں حد درجہ ماہر تھے، نہ ہی ان کو جادو اور طب میں کوئی فوقیت حاصل تھی، البتہ لغت و تعبیر میں یکتائے روزگار تھے اور یہی ان کا مشغلہ تھا، گویا اس کے علاہ کسی اور کام میں ان کو پختگی حاصل نہیں تھی۔ وہ لوگ عربی زبان کی تراش خراش اور نثر نگاری کے انواع و اقسام، شعر کے بحور اور اوزان میں اس کو ڈھالنے میں زندگیاں کھپا دیتے تھے۔۔۔ چنانچہ ان کو چیلنج دینے کے لیے مناسب ترین یہی تھا کہ معجزہ بھی زبان و بیان کی رو سے پیش کیا جائے، جس کو وہ لوگ جانتے تھے یعنی عربی زبان کے اسلوب کے حوالے سے ان کو چیلنج کیا جائے۔

ب۔ قرآن کریم نے عربوں کو چیلنج کیا کہ وہ اسی جیسی کوئی سورت مثلاً سورۃ الکوثر جیسی چھوٹی سورت ہی سہی، لاکر دکھائیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ سورۃ الکوثر اور اس کے علاوہ دوسری چھوٹی سورتوں میں سائنسی امور پر کوئی بات نہیں کی گئی ہے، ان میں جو کچھ واضح ہے وہ شاندار اُسلوب بیاں ہی ہے، جس کی مثال عرب نہ لاسکے۔

ج۔ عربوں کے لیے جو امر باعث حیرت تھا اور قرآن کے سننے پر جس کے آگے اپنی نااہلی اور عاجزی و درماندگی کا برملا اظہار کرتے نہیں جھجکتے تھے وہ امر یہی بے مثال لغوی اسلوب تھا، نہ کہ سائنسی پہلو جس کا سوال میں ذکر کیا گیا ہے۔ یہ مشہور و معروف چیز ہے عربوں سے تواتر کے ساتھ منقول ہے، ایک عرب نے تو قرآن کے بارے میں یہاں تک کہا تھا کہ یہ سحر البیان (جادوئی کلام) ہے۔

نبی ﷺ سے کہیں بھی منقول نہیں کہ انہوں نے قرآن میں مذکور سائنسی پہلوؤں سے عربوں کو چیلنج کیا، بلکہ آنحضرت ﷺ کا مطالبہ ان سے یہ تھا کہ قرآن جیسے انداز میں کوئی کلام بنا کر لاؤ۔

قرآن نے ایسے مضامین اور مطالب پیش کیے جنہیں نبی ﷺ کے زمانے میں موجود عرب جانتے تھے، کبھی کبھار قرآن پاک انہی کی باتوں کو نقل کرتا

ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد:﴿وَقَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتَّى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنْبُوعًا * أَوْ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِنْ نَخِيلٍ وَعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْأَنْهَارَ خِلَالَهَا تَفْجِيرًا * أَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا أَوْ تَأْتِيَ بِاللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ قَبِيلًا * أَوْ يَكُونَ لَكَ بَيْتٌ مِنْ زُخْرُفٍ أَوْ تَرْقَى فِي السَّمَاءِ وَلَنْ نُؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتَّى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَقْرَؤُهُ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَسُولًا﴾" اور کہتے ہیں کہ:" ہم تم پر اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک زمین کو پھاڑ کر ہمارے لیے ایک چشمہ نہ نکال دو، یا پھر تمہارے لیے کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ پیدا ہو جائے، اور تم اُس کے بیچ بیچ میں زمین کو پھاڑ کر نہریں جاری کر دو، یا جیسے تم دعوے کرتے ہو، آسمان کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اُسے ہم پر گرادو، یا پھر اللہ کو اور فرشتوں کو ہمارے آمنے سامنے لے آو"(الاسراء:93-90)۔ ان تمام آیات کریمہ میں قریش والوں کے کلام کو نقل کیا گیا ہے، یعنی ان آیات میں جو مطلب و معنیٰ ذکر کیا گیا ہے، قریش اس کو جانتے تھے۔ لیکن تعجب کی بات تو یہ ہے کہ قرآن نے انہی کی باتوں کو ایسے انوکھے اور شاندار اسلوب میں پیش کیا جس کے مثل لانے سے قریش قاصر تھے۔ اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کا معجزہ ہونا قرآن کریم کے مخصوص زبانی اسلوب کے پہلو سے ہے۔

یہ چند دلائل ہیں جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ قرآن کا اعجاز لغوی اسلوب یا انداز بیان کے پہلو سے ہی ہے۔

5۔ جو لوگ سائنسی معجزے کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں، اس سے ان کا مقصد قرآن کی وہ آیات ہیں جو سائنسی نظریات یا حقائق پر منطبق ہو سکتی ہیں، جیسے: ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِينٍ * ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَكِينٍ * ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ﴾"اور ہم نے انسان کو مٹی کے سے پیدا کیا پھر ہم نے اُسے ٹپکی ہوئی بوند کی شکل میں ایک محفوظ جگہ پر رکھا پھر ہم نے اُس بوند کو جمے ہوئے خون کی شکل دے دی، پھر اُس جمے ہوئے خون کو ایک لوتھڑا بنا دیا، پھر اُس لوتھڑے کو ہڈیوں میں تبدیل کر دیا، پھر ہڈیوں کو گوشت کا لباس پہنایا، پھر اُسے اُٹھان دی کہ وہ ایک دوسری ہی مخلوق بن کر کھڑا ہو گیا، غرض بڑی شان ہے اللہ کی جو سارے کاریگروں سے بڑھ کر کاریگر ہے" (المؤمنون: 14)۔ مگر ان جیسی آیات اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرنے کے لیے اتریں نہ کہ کسی سائنسی پہلو کو ثابت کرنے کے لیے۔

> "کہہ دو کہ اگر تمام انسان اور جنات اس کام پر اکٹھے بھی ہو جائیں کہ قرآن جیسا کلام بنا کر لائیں، تب بھی وہ اس جیسا نہیں لا سکیں گے، چاہے وہ ایک دوسرے کی کتنی مدد کر لیں۔"(الاسراء:88)

اس کی دلیل یہ ہے کہ ان آیات کے مخاطبین جو نبی کریم ﷺ کے دور میں تھے، ان آیات میں موجود سائنسی حقائق سے نابلد تھے۔۔۔ اسی لیے ان پہلوؤں سے ان کو چیلنج بھی نہیں دیا جا سکتا تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ قرآن میں ذکر شدہ سائنسی حقائق معجزات کے قبیل سے نہیں جس کے ذریعے آنحضرت ﷺ نے اپنی قوم کو چیلنج کیا تھا، اور ان کے دعوائے نبوت کے لیے دلیل بنے۔

6۔ خلاصہ یہ کہ قرآن کریم کا معجزہ ہونا اس کے اسلوب بیان کے حوالے سے ہے اور اسی کا چیلنج دیا گیا۔ قرآن نے رسول اکرم ﷺ کی نبوت منوانے کے لیے عربوں کو سائنسی معجزات کے حوالے سے چیلنج نہیں کیا۔۔۔ قرآن کریم ہی محمد رسول اللہ ﷺ کا معجزہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنات کو اس کی مثل لانے کا چیلنج دیا مگر ان سے نہ ہو سکا اور بھلے یہ ایک دوسرے کے معاون و مددگار بھی بن جائیں تو نہیں لا سکتے۔﴿قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا﴾" کہہ دو کہ اگر تمام انسان اور جنات اس کام پر اکٹھے بھی ہو جائیں کہ قرآن جیسا کلام بنا کر لائیں، تب بھی وہ اس جیسا نہیں لا سکیں گے ، چاہے وہ ایک دوسرے کی کتنی مدد کر لیں۔"(الاسراء:88)

یوں رسول ﷺ کا معجزہ جس کو اپنی نبوت کے اثبات کے لیے بطور چیلنج پیش کیا گیا تھا، قرآن کریم ہے۔

آپ کا بھائی

عطاء بن خلیل ابو الرشتہ

8 رمضان المبارک 1438ھ

مطابق 2017/06/03ء

ختم شد

سوال وجواب: اسلامی ریاست کی غیر موجودگی میں زکوٰۃ کیسے ادا کی جائے؟

سوال:

اسلام علیکم۔۔۔

اے ہمارے شیخ، زکوٰۃ کیسے ادا کی جائے اس میں اختلاف ہے۔ کیا زکوٰۃ حکومتِ وقت کو ادا کی جائے جبکہ یہ معلوم ہو کہ وہ اسے متعین مستحقین پر خرچ نہیں کرے گی، یا پھر اسے انفرادی طور پر فقراء اور مساکین میں تقسیم کیا جائے؟ برائے مہربانی دلیل سے وضاحت فرمائیے۔ جزاک اللہ خیراً

آپ کا بھائی محمد عادل جمیل

ختم شد

جواب:

وعلیکم اسلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

آپ غالباً سوال شروع کرنے سے پہلے سلام کرنا بھول گئے ہیں، مگر ہمیں آپ سے بھلائی کی امید ہے اس لئے ہم نے آپ کی جانب سے سلام سے ہی شروع کیا۔ لہٰذا ہم سلام کے جواب ہی سے شروع کرتے ہیں:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

جہاں تک زکوٰۃ کا تعلق ہے، تو اسلام میں اس کی مندرجہ ذیل اشکال ہیں:

1۔ سونا اور چاندی (کرنسی) کی زکوٰۃ ریاستی اہلکاروں کو ادا کرنا درست ہے، اور پھر ریاست اسے مستحقین میں تقسیم کرے گی۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ زکوٰۃ ادا کرنے والا شخص خود ہی اسے اُن آٹھ مستحقین میں تقسیم کر دے جن کا تذکرہ اس آیت میں ہے: (إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ) "زکوٰۃ تو صرف فقراء، مساکین، زکوٰۃ اکٹھا کرنے والوں، جن کے دل جیتنا مقصود ہو، گردن چھڑانے کے لیے، قرضداروں، اللہ کی راہ میں (جہاد) اور مسافروں کے لیے ہے، **یہ اللہ کی طرف سے مقرر کر دیئے گئے ہیں اور اللہ جاننے والا (اور) حکمت والا ہے**" (التوبۃ: 60)

2۔ مویشیوں، ذرائع اجناس، اور پھلوں کی زکوٰۃ ریاستی عملے کو ہی ادا کرنا جائز ہے اور پھر ریاست اسے مستحقین میں تقسیم کرے گی۔ ان اقسام کے مالک کے لئے جائز نہیں کہ وہ ریاست کے تجویز کردہ طریقے کے بغیر خود ان اشیاء کی زکوٰۃ کو تقسیم کرے۔

3۔ لیکن یہ سب اسلامی ریاست کی موجودگی میں لاگو ہوتا ہے۔ جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ خلافت کے قیام سے امتِ مسلمہ کو درپیش مصیبتوں سے نجات بخشیں گے تب مویشیوں، اجناس اور پھلوں کی زکوٰۃ صرف ریاستِ خلافت کو ادا کی جائے گی نہ کہ انفرادی طور پر۔ جبکہ سونا، چاندی (کرنسی) اور مالِ تجارت کی زکوٰۃ کے لئے جائز ہے کہ اسے انفرادی طور پر یا ریاست کو ادا کیا جائے۔

4۔ آج جبکہ ریاستِ خلافت موجود نہیں جو شرعی احکامات کا نفاذ کرتی، تو پھر افراد کو اپنے مال سے خود ہی زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے چاہے وہ مال مویشیوں کی ہو، یا اجناس، یا مالِ تجارت یا پھر سونا/چاندی کی ہو۔ افراد شرعی احکامات کی روشنی میں خود ہی مستحقین تک پہنچائیں اور وہ خود اس کی یقین دہانی کریں اور اللہ اس سے فلاح کا معاملہ فرمائے۔

کتاب "ریاستِ خلافت کے اموال" کے باب "زکوٰۃ خلیفہ کو ادا کرنا" (صفحہ 149) میں درج ذیل کا ذکر ہے:

"زکوٰۃ میں خواہ مویشی ہوں، اناج ہو، پھل ہو، نقدی ہو یا سامانِ تجارت، یہ خلیفہ یا اس کے نائب والی یا عامل یا زکوٰۃ کو جمع کرنے کے لیے مقرر کیے گئے شخص کو دی جائے گی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ "ان کے اموال میں ان سے زکوٰۃ لیا کرو تاکہ اس سے آپ ان کو پاک صاف کریں اور ان کے لیے دعا کریں، آپ کی دعا ان کے لیے سکون کا باعث ہے" (التوبۃ: 103) اس آیت میں اللہ نے اپنے رسول کو مالداروں سے زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم دیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ کی وصولی کے لیے کھجور اور انگور کی فصل کا اندازہ لگانے والوں کو مقرر کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں لوگ زکوٰۃ آپ ﷺ کو یا آپ ﷺ کی طرف سے متعین کیے گئے والیوں، عاملوں یا زکوٰۃ اکٹھا کرنے والے ذمہ داران کو ادا کرتے تھے۔۔۔

صحابہؓ اور تابعینؒ سے ایسی روایات بھی ہیں کہ یہ بھی جائز ہے کہ کوئی شخص خود اپنے ہاتھ سے اپنی زکوٰۃ تقسیم کرے اور حقدار کو نقدی میں ادا کرے۔ چنانچہ ابو عبیدؒ نے روایت کیا ہے کہ ایک کسان دو سو درہم لے کر عمرؓ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ «يا أمير المؤمنين، هذه زكاة مالي» "اے امیر المومنین یہ میرے مال کی زکوٰۃ ہے" عمرؓ نے اس سے کہا: «فاذهب بها أنت فاقسمها» "جاؤ تم خود اس کو تقسیم کر دو"۔۔۔۔۔

بقیہ صفحہ 4 پر

سوال وجواب: امریکہ کی افغانستان میں حکمت عملی

سوال:

15 اگست 2017 کو طالبان نے امریکی صدر کو ایک کھلا خط بھیجا اور مطالبہ کیا کہ وہ امریکی فوجیں واپس بلائے اوروہاں امریکی فوج میں مزید اضافہ نہ کرے۔ "طالبان تحریک کہ جس کو واشنگٹن اب تک شکست نہیں دے سکا، نے امریکی صدر سے مطالبہ کیا کہ وہ افغانستان سے امریکی فوجوں کا مکمل انخلاء کرے اور ملک میں افواج کے مزید اضافہ کے خلاف اپنے کھلے خط میں خبردار کیا" (Source: Novosti - RT- Russia Today, 15/8/2017)۔ یہ کھلا خط ٹرمپ کی افغانستان سے متعلق نئی حکمت عملی کا منصوبہ بنانے کے جواب میں لکھا گیا جس کے متعلق طالبان کو اندیشہ ہے کہ اس میں افغانستان میں مزید افواج بھیجنا بھی شامل ہے جیسا کہ وائٹ ہاوس کے افسران کے بیانات سے ظاہر ہوتاہے کہ حکمت عملی کے مطابق جلد ایسا ہو گا۔ دی سائٹ نے 10 اگست 2017 کوٹرمپ کے اخباری نمائندگان کو دیئے گئے بیان کا حوالہ دیا کہ: اس کی انتظامیہ بہت جلد افغانستان کے متعلق نئی حکمت عملی کو اختیار کرے گی۔ ٹرمپ نے مزید کہا: "یہ میرے لئے بڑا فیصلہ ہے کیونکہ میرے ہاتھ میں معاملات بڑی خستہ حالت میں آئے تھے اور ہم اس کی خستہ حالی کو کم کریں گے "۔

میرا سوال یہ ہے کہ کیااس کا مطلب ہے کہ امریکہ افغانستان میں ایک نئی حکمت عملی اختیار کرنے کے متعلق سنجیدہ ہے؟ کیا اس میں مزید نئی افواج کو بھیجنا شامل ہو گا یاپھر اس میں افواج کو بھیجے بغیر صرف پاکستانی اور ہندوستانی کردار میں اضافہ کرنا شامل ہو گا؟" جزاک اللہ خیر

جواب:

جی ہاں، بالکل یہ کہا جاسکتا ہے کہ امریکہ مجموعی طور پرافغانستان میں اپنی حکمت عملی پر نظرثانی کررہا ہےاور شائداس کو وہ رستہ بھی مل جائے جس کو وہ افغانستان میں اپنی مداخلت کا آخری مرحلہ کہتا ہے۔ ٹرمپ افغانستان میں اپنے فوجی سربراہوں پر سخت ناراض ہے۔

> **امریکی ایجنٹوں کو افغانستان میں مستحکم کرنے کی تمام امریکی کوششیں بھی ناکام ہوئی ہیں؛ امریکہ بھارت کو افغانستان میں کھینچ لایا تاکہ افغان مزاحمت کو روکا جائے لیکن یہ بھی اس کے لئے فائدہ مند نہیں رہا۔**

رائٹرز نے 3 اگست 2017 کو رپورٹ کیا کہ ٹرمپ اور فوجی افسران کے درمیان واشنگٹن میں ایک گرم بحث ہوئی ہے: "اور اس ملاقات کے دوران زبردست تناؤ ہوا جب ٹرمپ نے کہا کہ دفاع کے سیکریٹری جنرل جیمس میٹس اور جوائنٹ چیف آف سٹاف جنرل جوزف ڈنفرڈ کوچاہیے کہ افغانستان میں امریکی فوج کے کمانڈر جنرل جان نکولسن کو برطرف کریں کیونکہ اس نے جنگ میں کامیابی حاصل نہیں کی اس طرح ٹرمپ نے افغانستان کی جنگ سے متعلق اپنا خدشہ ظاہر کیا"۔

اس سے قبل اوباما انتظامیہ نے بھی افغانستان میں امریکی حکمت عملی پر نظرثانی کرکے تبدیلی کی تھی البتہ ٹرمپ انتظامیہ کا نظر ثانی کرنا آج بڑااہم ہے کیونکہ یہ ایک ایسے وقت میں ہورہا ہے جب امریکہ خودعالمی مسائل میں الجھتا جارہاہےاوراس کی ساکھ متاثرہورہی ہے جس کی تفصیل یوں ہے:

وال: امریکہ نے 11 ستمبر 2001 کے حملے کو جوازبناکر 2001 میں افغانستان میں اپنی جنگ کا اعلان کیا تھا جس کی پشت پرنوقدامت پرستوں neo conservativesکا ہاتھ تھا جنہوں نے بش کی محدود چھوٹی انتظامیہ کو گھیر رکھا تھا۔اس کے بعد دو سال کے اندر ہی امریکہ عراق پر حملہ کرکے اس پر قابض ہوااوراس کی ریتلی دلدل میں دھنستاہی چلا گیا اور پھر امریکہ نے اس سے نکلنے کے لئے مدد تلاش کی۔ عراق میں امریکہ کی ناکامی نے افغانستان کی جنگ سے اس کی توجہ کم کردی اور پھر عراقی مزاحمت کے شدیدتر ہونے کی پریشانی کے ساتھ بش انتظامیہ نے اپنی ساری توجہ عراق سے باہر نکلنے میں لگائی اوراس کے بعد اوباما انتظامیہ نے بھی عراق سے باہر نکلنے کی فکر کو مقدم رکھا،بالآخر اوباما انتظامیہ سال 2011 کے اواخرمیں زیادہ تر امریکی فوج کو عراق سے باہر نکال لانے میں کامیاب ہوگئی۔ اس کے بعد ہی امریکہ چین کی ابھرتی ہوئی طاقت سے نمٹنے کے لئے کوئی حکمت عملی اختیار کرسکااوراوباماانتظامیہ کے دوسرے دور میں اسی سے نمٹنا اس کے لئے نہایت اہم رہا۔تاہم اس حکمت عملی کی تیاری اور اس کو مکمل شکل دینے سے قبل عرب بہارArab spring نے عرب دنیا میں

امریکہ کے اثر ورسوخ کو متزلزل کر دیا تھا بالخصوص ملک شام میں، یوں امریکہ اپنی توانائی اور کوششیں عرب خطے میں انقلابات کے خطروں کا سدباب کرنے میں لگاتا آیا ہے بالخصوص اس نے ملک شام پر اور مشرق بعید میں چین کے خلاف توجہ مرکوز کر رکھی ہے۔

امریکہ نے جنوبی چینی سمندر میں چین کے جزیروں کی ملکیت کو مسترد کیا اور جاپانی افواج کو دوبارہ کھڑا کرنے کی کوششیں شروع کر دیں اور شمالی کوریا کو اشتعال دلانے کی پالیسی پر آگے بڑھتا چلا گیا۔ چنانچہ ان وجوہات اور افغانستان کی جنگ میں نسبتاً کم امریکی ہلاکتوں کی وجہ سے افغانستان میں امریکی جنگ پر امریکہ نے کم توجہ دی اگرچہ اس تمام سے افغان جنگ کو نظر انداز کیا جانا اتنا ظاہر نہیں ہوتا ہے جتنا کہ اس بات کا اظہار ہوتا ہے کہ امریکہ نے نئی ترجیحات کو اختیار کیا اور یہ ترجیحات امریکہ کی توجہ کا مرکز بنی رہیں۔

دوم: افغانستان میں جاری 16 سال کی طویل جنگ کے دوران اس بات کو یقینی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ امریکہ اور نیٹو افواج جو اس جنگ میں شامل رہی ہیں افغان مزاحمت بالخصوص طالبان کو کچلنے میں بری طرح ناکام رہی ہیں جو امریکی مداخلت کے ذریعے 2001 میں اقتدار سے برطرف کیے گئے تھے۔ اس کے ساتھ اس بات کا بھی دعوی کیا جاسکتا ہے کہ امریکی ایجنٹوں کو افغانستان میں مستحکم کرنے کی تمام امریکی کوششیں بھی ناکام ہوئی ہیں؛ امریکہ بھارت کو افغانستان میں کھینچ لایا تاکہ افغان مزاحمت کو روکا جائے لیکن یہ بھی اس کے لئے فائدہ مند نہیں رہا۔ پھر اس جنگ سے بھی امریکہ کوئی خاص فائدہ حاصل نہیں کر سکا جو اس کے پاکستانی ایجنٹوں نے وزیرستان اور دیگر علاقوں پر مسلط کر رکھی تھی تاکہ کسی طرح افغانستان میں جاری امریکی نقصان کی تلافی کی جاسکے۔ اور اسی طرح طالبان کے ساتھ مصالحت کی کوششوں میں بھی اُسے کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوئی ہے۔ چنانچہ سولہ سال کی جنگ کے باوجود افغانستان میں امریکی صورتحال نازک دکھائی دیتی ہے اور طالبان افغانستان کے اکثر علاقوں میں آزادانہ نقل وحمل کرتے ہیں اور جبکہ کابل میں

> اس جنگ سے بھی امریکہ کوئی خاص فائدہ حاصل نہیں کر سکا جو اس کے پاکستانی ایجنٹوں نے وزیرستان اور دیگر علاقوں پر مسلط کر رکھی تھی تاکہ کسی طرح افغانستان میں جاری امریکی نقصان کی تلافی کی جاسکے۔ اور اسی طرح طالبان کے ساتھ مصالحت کی کوششوں میں بھی اُسے کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوئی ہے۔

قائم ایجنٹ حکومت کا ان علاقوں پر کوئی کنٹرول اور اثر ورسوخ نہیں ہے۔

اور افغانستان کے بیشتر علاقوں میں تحریک زبردست اور شدید حملے مسلسل کر رہی ہے جن میں کابل بھی شامل ہے جہاں پر امریکی فوجیں اب تک تحفظ فراہم کرنے میں ناکام ہیں جبکہ اکثر حملے جو امریکی فوج کے خلاف کیے گئے تھے وہ ان افغان فوجیوں کی جانب سے تھے جن کو امریکہ نے ہی تربیت دی تھی چنانچہ افغانستان میں امریکہ کے پاس اس صورتِ حال کو تبدیل کرنے کے آپشن بہت کم ہیں۔

موجودہ افغان صورتحال اور اس کی موجودہ حقیقت اور خطرات کے متعلق بیان کرتے ہوئے Carnegie Endowment for International Peace نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے (22/5/2017) کہ "کمزور ہوتا ہوا افغان اقتدار اور طالبان بغاوت پر کسی قسم کی روک نہ ہونے سے افغان حکومت اور ریاست کا بری طرح گر جانا عین ممکن ہے جس کے نتیجہ میں یا تو انتشار و بدامنی کی صورت حال واپس لوٹ آئے گی یا پھر دہشت گرد گروہ دوبارہ منظم ہونے لگیں گے"۔ اور رپورٹ اس بات پر زور دیتی ہے کہ افغان لڑائی کو ختم ہو جانا چاہیے اور یہ نہ صرف اس لئے کہ امریکہ کے اس جنگ پر سالانہ 23 بلین امریکی ڈالر خرچ کر رہا ہے بلکہ کسی بھی حل کو حاصل کرنے کے لئے امریکہ کے پاس موجود مواقع بہت ہی محدود ہیں۔

اور باوجود یکہ اوباما انتظامیہ کے دور میں افغانستان سے مختلف امریکی افواج کا انخلاء ہوا اور صرف دس ہزار امریکی فوجی رہ گئے ہیں جن کو تین ہزار نیٹو افواج اور اس کے علاوہ امریکی سیکوریٹی کمپنی کے بیس ہزار جنگجوؤں کا سہارا و تعاون حاصل ہے، تاہم یہ انخلاء فتح یا کسی قسم کی کامیابی حاصل ہونے کی وجہ سے نہیں تھا۔ امریکی افواج کے جانے کے ساتھ ہی ان کے خالی کردہ فوجی اڈے فوراً طالبان کے قبضے میں آ گئے اور کسی بھی طرح یہ دکھائی نہیں دیتا کہ امریکہ کی پٹھو افغان حکومت کی افواج اپنی بڑی تعداد اور امریکی افواج کے ذریعے تربیت پانے کے باوجود کابل کے باہر کسی طور

پر بھی موثر کام کر سکتی ہو۔ یہ صورتحال فوجی پہلو کے حوالے سے ہے۔

سوم: سیاسی پہلو سے ، افغانستان میں اپنے تنگ ہوتے مواقعوں اور بھارت کو استعمال کرنے کے بے فائدہ اور غیر موثر ہونے کو محسوس کر لینے کے بعد امریکہ نے طالبان کے ساتھ اس امید سے مذاکرات شروع کیے تھے تاکہ ان کو کسی طرح افغانستان میں امریکہ کی قائم کردہ حکومت میں شامل کر لیا جائے اور اس کے لئے اس نے پاکستان میں موجود اپنے ایجنٹ پٹھوؤں کو استعمال کیا تاکہ وہ طالبان کے سربراہوں کو مذاکرات کی میز پر کھینچ کر لائیں۔ البتہ یہ تمام تر کوششیں بھی ناکام رہیں اور امریکہ افغانستان کے متعلق فوجی اور سیاسی دونوں محاذوں پر ناکام ہوا لیکن امریکہ کے پاس افغان مسئلے کے متعلق کوئی مخصوص منصوبہ موجود نہیں ہے اور کسی منصوبے کا نہ ہونا امریکہ پر تنقید کا موضوع ہے۔ انٹرفیکس ایجنسی نے جمعرات کے روز روسی وزارت خارجہ کے ذرائع کے حوالے سے بتایا کہ افغانستان میں پھیلے عدم استحکام اور بدامنی کی صورتحال کی ایک وجہ ڈونلڈ ٹرمپ انتظامیہ کا افغانستان کے متعلق کسی واضح پالیسی کو پیش نہ کر پانا ہے۔اور مزید کہا کہ امریکی فوج کی موجودگی کا انحصار افغان ریاست کے استحکام اور نیٹو رکن ممالک کے موقف اور افغانستان کی صورتحال کو حل کرنے کے امکانات پر ہے۔ (Russia Today, 3/8/2017)

چہارم: چنانچہ افغانستان میں امریکی بحران کی گہرائی اور اس کو حل کرنے کے مواقعوں کا محدود ہونا ان سب باتوں سے واضح ہو جاتا ہے البتہ اگر وہ مکمل طور پر افغانستان کی جنگ کو ختم نہ کر سکا تو بھی اس کے لئے نہایت ضروری ہے کہ اُسے سرد کیا جائے تاکہ وہ اپنی فوجی اور معاشی طاقت کو گرنے سے روک سکے۔ کچھ امریکی فوجی رہنما سمجھتے ہیں کہ افغانستان میں جنگ جیتنے کے لئے مزید فوج بھیجنے کی ضرورت ہے جبکہ ٹرمپ کسی بھی منصوبے کو قبول کرنے کے لئے ان سے ایک قلیل مدتی فوجی پروگرام ،اور واضح و ٹھوس نتائج کی شرط سامنے رکھتا ہے اور 16 سال کی طویل جنگ کے دوران حاصل ہونے والے تلخ تجربات کی وجہ

> امریکہ نے طالبان کے ساتھ اس امید سے مذاکرات شروع کیے تھے تاکہ ان کو کسی طرح افغانستان میں امریکہ کی قائم کردہ حکومت میں شامل کر لیا جائے اور اس کے لئے اس نے پاکستان میں موجود اپنے ایجنٹ پٹھوؤں کو استعمال کیا تاکہ وہ طالبان کے سربراہوں کو مذاکرات کی میز پر کھینچ کر لائیں۔

سے امریکی فوج ان نتائج کی ضمانت فراہم کرنے سے قاصر ہے۔

جس چیز نے ٹرمپ کو اس منصوبے کو کاغذی طور پر قبول کرنے کی حد تک آمادہ کیا ہے وہ افغانستان کی زبردست معدنی دولت ہے جس کو حاصل کرنے کی لالچ میں اس کی رال ٹپک رہی ہے جس کی مالیت کا حساب ایک ٹریلین ڈالر تک لگایا جا رہا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وسطی ایشیاء سے تیل کی گزرگاہ کے طور پر افغانستان کا جغرافیائی اہمیت کا حامل ہونا بھی اہم ہے۔ الدستور نیوز پیپر ویب سائٹ نے 26 جولائی 2017 کو نیویارک ٹائمز کے حوالے سے رپورٹ کیا کہ " ان امکانات کا جائزہ لینے کے لیے وہائٹ ہاوس نے اپنا ایک سفیر افغانستان بھیجنے کا فیصلہ کیا ہے جو وہاں جا کر کان کنی کے افسران سے ملاقات کرے گا۔ پچھلے ہفتے وہائٹ ہاؤس میں افغانستان کی پالیسی کو لے کر ایک زبردست بحث ہوئی جس کے دوران صدر ٹرمپ کے تین سینئر عہدیداران نے کیمیکل ایگزیکٹو Michael N. Silverمائیکل سلور سے ملاقات کی تاکہ انتہائی نایاب معدنیات کو نکالنے سے متعلق ممکنات کو جان سکیں۔ مسٹر سلور کی فرم، امریکن ایلمنٹس American-Elements،ان معدنیات کو نکالنے میں مہارت رکھتی ہے جو مختلف قسم کی اعلیٰ ترین ٹیکنالوجی کی مصنوعات میں استعمال ہوتی ہیں "۔ البتہ مزید فوج افغانستان بھیجنا اورافغانستان کے انفراسٹرکچر جیسے ریلوے اور روڈ وغیرہ پر سرمایہ کاری کرنا تاکہ معدنیات کو نکالنے میں آسانی ہو بڑا غیر محفوظ ہو گا حتی کہ امریکی صدر ٹرمپ کی ذہنیت پر حاوی تجارتی سودے بازی کی سوچ کے لحاظ سے بھی یہ غیر محفوظ ہو گا کیونکہ ان معدنیات کی کانیں طالبان کے زیر اقتدار علاقوں میں ہیں۔

چنانچہ متوقع ہے کہ ٹرمپ انتظامیہ امریکی فوج کو افغانستان میں اپنے پھیلے ہوئے فوجی اڈوں میں واپس بلائے گی اور بھارت کی ناکامی کے بعد پاکستان کو آگے بڑھائے گی تاکہ پاکستان کی مدد سے افغان پٹھو حکومت کو گرنے سے بچایا جا سکے اور برقرار رکھا جا سکے۔ یہ سب کچھ طالبان کو کابل میں قائم کردہ امریکی سیاسی

نظام میں شرکت اختیار کرنے کے لئے راضی کرنے اور افغان انقلاب کو روکنے کی خاطر ہے اور یہی سب سے طویل امریکی جنگ کے اختتام کا منصوبہ ہے۔ اس طرح امریکہ اپنی افغان جنگ کے اخراجات میں کمی لانے کی امید رکھتا ہے، وہ اپنی فوجوں کو فوجی اڈوں میں منتقل کرنا چاہتا ہے جنہیں کسی بھی متوقع خطرے کی صورت میں دوبارہ حرکت دی جاسکے جیسا کہ اسی سے ملتی جلتی حکمت عملی کے تحت امریکی فوجیں خلیج میں فوجی اڈوں کے اندر موجود ہیں۔ اور امریکہ پاکستان میں موجود اپنے ایجنٹوں سے مدد کی امید کرتا ہے، جن کے طالبان سے روابط ہیں، کہ وہ ان رابطوں کو دوبارہ زندہ کریں اور طالبان کو اعتماد دلانے کی کوشش کریں تاکہ پاکستان کی سرحد کے اس پار کے طالبان امریکی شرائط کو تسلیم کرلیں۔ امریکہ نے اس سے قبل اوباما کے دور میں اپنے پاکستانی ایجنٹوں کو کامیابی کے ساتھ اس قسم کے کام کے لئے استعمال کیا تھا جب: افغان حکومت نے افغانستان کی سب سے بڑی اسلامی پارٹی کے ساتھ معاہدہ کیا تھا جو ملک کا دوسرا سب سے بڑا لڑاکا گروہ ہے اور پارٹی کے لیڈر گلبدین حکمت یار کی غیر موجودگی میں اس گروہ کے نمائندگان نے صدر اشرف علی گیلانی کے ساتھ معاہدے پر دستخط کئے تھے (BBC, 22/9/2016)۔ یہ بات امریکہ کی حوصلہ افزائی کرتی ہے کہ وہ پاکستان کو طالبان سے متعلق اسی طرح استعمال کرے تاکہ وہ بھی اس امریکی سیاسی نظام کا ایک حصہ بن جائیں بالخصوص جبکہ گلبدین حکمت یار بھی مصالحت کا موقف اختیار کرچکا ہے، پس جب وہ کابل واپس لوٹا تو اس نے طالبان کو بھی افغان حکومت کے ساتھ مصالحت اختیار کرنے کی دعوت دے ڈالی اور اپنی پہلی عوامی تقریر میں تحریک طالبان کو پُرامن طریقوں سے خارجی افواج کو افغانستان سے نکال باہر کرنے کی خاطر تعاون کے لئے ابھارا (Al-Jazeera.net, 6/5/2017)۔

پنجم: چین کے ساحل پر امریکہ کے لیے ایک زبردست خطرہ منڈلا رہا ہے بالخصوص جو دھماکے دار صورت حال شمالی کوریا کے ساتھ قائم ہوتی جارہی ہے اور ملک شام میں بھی خطرناک صورتِ حال جاری ہے۔

دوسری طرف حقیقی معاشی بحالی کی خاطر ہر ایک امریکی پالیسی کے ناکام ہونے ، امریکی افواج کے افغانستان میں خستہ حال ہوجانے، فتح حاصل نہ کرپانے سے حوصلہ پست ہونے، افغان میں مقامی طور پر بھارت کا اپنا کردار ادا کرپانے میں ناکامی اور گلبدین حکمت یار کے واپس پلٹ آنے سے امریکہ کا امید کا باندھنا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ اس مصالحت سے امریکہ وہ کچھ حاصل کرنا چاہتا ہے جو وہ جنگ کرکے حاصل نہیں کرسکا ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ افغانستان میں پاکستان کے کردار کو دوبارہ زندہ کرنے اور افغانستان کی سرحد یا سرحد کے اندر پاکستان کی جانب سے حملوں کو بند کروانے کی طرف پلٹا ہے۔

> **امریکہ پاکستان میں موجود اپنے ایجنٹوں سے مدد کی امید کرتا ہے، جن کے طالبان سے روابط ہیں، کہ وہ ان رابطوں کو دوبارہ زندہ کریں اور طالبان کو اعتماد دلانے کی کوشش کریں تاکہ پاکستان کی سرحد کے اس پار کے طالبان امریکی شرائط کو تسلیم کرلیں۔**

آٹھ مہینے قبل جنرل باجوہ کے ماتحت قائم ہونے والی نئی فوجی قیادت نے گذشتہ فوجی قیادت راحیل شریف کی ماتحتی میں پاکستان کے جنگی میدان میں بڑے پیمانے پر کیے جانے والے ضرب عضب جیسے آپریشن کو روک دیا ہے جو مختلف مرحلوں میں افغان سرحد پر واقع ان لوگوں کے خلاف کیا جارہا تھا جنہیں راحیل شریف "دہشت گرد" کہا کرتا تھا۔ اس کے برخلاف اب جنرل باجوہ کی کمان میں پاکستانی فوج اور بھارتی فوج کے مابین کشمیری سرحد پر چھوٹی جھڑپوں رپورٹ ہو رہی ہیں اور بلاشبہ یہ سب پاکستانی فوجی قیادت کو داخلی طور پر طالبان رہنماؤں میں قابل قبول بنانے کے لیے ہے۔

نئے پاکستانی آرمی چیف جنرل باجوہ نے داعش کے خلاف لڑنے کے نام پر افغانستان کے ساتھ تعاون کا ہاتھ بڑھایا ہے اور تاکہ "دہشت گردی کے خلاف" جنگ کو نیا پہناوا دیا جائے جو اب طالبان اور وزیرستان کے مجاہدین کے خلاف لڑنے کی بجائے داعش کے خلاف لڑنے کے لئے کی جائے گی اور تعاون کا یہ ہاتھ افغانستان کی حکومت اور سابق جنرل راحیل شریف سے متنفر افغان قبائل کی طرف ہے جبکہ جنرل باجوہ اور طالبان وافغانستان کے درمیان بات چیت کے پس پردہ جو کچھ مخفی ہے وہ اور بھی زیادہ خطرناک ہے۔ گلف آن لائن نے یکم جولائی 2017 کو بیان کیا: "پاکستان آرمی چیف قمر جاوید باجوہ نے داعش کا سامنا کرنے کے لئے سیکوریٹی کی خاطر تعاون کا جو ہاتھ بڑھایا ہے یہ دونوں پڑوسی ممالک کے درمیان دوطرفہ تعلقات میں ہونے والی ایک شاذونادر پیش رفت ہے۔ جنرل باجوہ نے جمعہ کے روز وادی کرم میں ہونے والی قبائلی سرداروں کے

ساتھ ملاقات میں افغانستان کے ساتھ سیکوریٹی تعاون شروع کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ اس ملاقات میں مختلف قبائل کے سربراہ شامل تھے جو افغان سرحد کے قریب وفاقی انتظامیہ کے ماتحت چلنے والے پاکستان کے قبائلی علاقے کے انتظامی ڈویژن کا حصہ ہیں۔ افغانستان کے ساتھ دوطرفہ تعلقات میں ہونے والی اس شاذو نادر پیش رفت کے سلسلے میں، پاکستانی کمانڈران چیف نے دونوں پڑوسی ملکوں کے تمام لوگوں کو دعوت دی کہ وہ (داعش کے خطرے کے خلاف)"متحد اور چوکنا" ہوں۔ اور قبائلی سربراہوں کی میٹنگ میں اس پر زور دیا کہ "ہمیں اس خطرے کے خلاف متحد و مستعد اور چوکنا رہنا ہو گا"۔

اور جو بات افغان مجاہدین کو شکست دے پانے میں امریکہ کی ناکامی کو ظاہر کرتی ہے بالخصوص طالبان تحریک کو، وہ ٹرمپ کے سعودی عرب دورے میں ہونے والے سربراہی اجلاس کے بعد افغان صدر کا بیان ہے جس میں اس نے کہا کہ:"سب سے اہم بات یہ ہے کہ افغان حکومت مصالحت چاہتی ہے اور ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ طالبان کو موقع دیا جائے اور اگر وہ مصالحت کی راہ اختیار کرتے ہیں تو وہ سیاست اور قانون کے راستے سے سب کچھ حاصل کر سکیں گے اور ہم طالبان سے دہشت گردوں سے دوری اختیار کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں (The Middle East, 25/5/2017)

یہ بتاتا ہے کہ اب امریکی پالیسی چاہتی ہے کہ طالبان کو دہشت گردی کے خلاف امریکی جنگ کے دائرہ سے باہر بتایا جائے لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ طالبان (داعش کے خلاف)اس جنگ میں افغان حکومت کے ہمراہ کھڑے ہو جائیں اور اس بات کو تسلیم کر لیں کہ ان کی جانب سے امریکی افواج کے مکمل انخلاء کا مطالبہ امن کے ذریعے ہی پورا ہو سکے گا نہ کہ جنگ کے ذریعے۔

ششم اور خلاصہ میں: امریکی صدر ٹرمپ کی افغانستان میں حکمت عملی پر ایک ایسے وقت میں نظر ثانی کی جارہی ہے جب امریکی پالیسی دنیا بھر میں خطرات سے دوچار ہے اور اوپر بیان کی گئی حقیقتوں کی بناء پر عین ممکن ہے کہ افغانستان میں امریکی پالیسی پر نظر ثانی کے لئے ان مختلف نکات کو شامل کیا جائے گا:

> **طالبان کے خلاف پاکستانی حکومت کی نئی پالیسی ایک نئے امریکی ڈرامے کے سوا کچھ نہیں ہے تاکہ ایک دوسرے مقصد کو تقویت بخشی جائے، جو یہ ہے کہ بغیر کوئی قیمت ادا کیے یا کم سے کم قیمت پر ایجنٹ افغان حکومت کو لاحق خطرات کو دور کیا جائے۔**

1۔ یہ نظر ثانی افغان جنگ کے میدان کو بڑے پیمانے پر سرد کرنے کی خاطر کی جارہی ہے جس کے تحت امریکی افواج کی موجودگی کو فوجی اڈوں کی حد تک رکھا جائے گا اور خطرات کے پیش نظر ان کا استعمال ہو گا تاکہ ظاہر ہو کہ امریکی مشن صرف داعش کے خلاف ہے۔

2۔ یہ ناممکن نظر آتا ہے کہ امریکہ لڑائی اور جنگ کو بڑھاوا دینے کی خاطر مزید افواج بھیجے گا لیکن قلیل مدت کے لئے وہ مزید افواج کو بھیج سکتا ہے جس کا مقصد جنگ یا لڑائی نہیں بلکہ مذاکرات کے دوران ان افواج کی موجودگی کو سودے بازی کے کارڈ کے طور پر استعمال کیا جاسکے، گویا کہ امریکہ کہہ رہا ہے کہ وہ اپنی طرف سے اس اضافی امریکی فوج کے انخلاء کے بدلے مصالحت کے لئے تیار ہے اور یہ انخلاء طالبان کی جانب سے اس کے ساتھ مصالحت اختیار کرنے کے عوض ہو گا اور یہ کہ طالبان افغان حکومت کے ساتھ اقتدار میں شریک ہونے کی خاطر مذاکرات کو قبول کر لیں، اور امریکی مفادات کو نشانہ نہ بنائیں۔

3۔ طالبان کو ورغلانے اور امریکی پیشکش کو مزید پرکشش بنانے کی خاطر، امریکہ دوبارہ سے پاکستانی کردار کو زندہ کرے گا جس کے ذریعے وہ ظاہر کرے گا کہ پاکستان کی فوجی قیادت طالبان کے متعلق نرم اور ہمدردانہ رویہّ رکھتی ہے تاکہ پاکستانی قیادت طالبان پر زور ڈال سکے کہ وہ کابل میں موجودہ افغان پٹھو حکومت کے ساتھ مصالحت قبول کرنے اور مذاکرات کے لئے بیٹھنے پر تیار ہو جائیں اور امریکہ کے قائم کردہ سیاسی نظام کے تحت اقتدار میں شریک ہو جائیں۔

ہفتم وآخر: ہم پاکستان کے غدار ایجنٹوں پر اعتبار کرنے یا پھر اس کی فوجی قیادت کی جانب سے افغانستان کے لئے کسی بھی نرمی رکھنے کے متعلق کسی قسم کے دھوکے میں آنے سے خبردار کرتے ہیں۔۔۔۔۔

بقیہ صفحہ 30 پر

حزب التحریر ولایہ پاکستان میانمار کے قصائیوں کے خلاف عملی اقدامات کی دعوت دیتی ہے

روہنگیا مسلمانوں کی مدد و نصرت کے لیے افواجِ پاکستان کے شیروں کو کھلا چھوڑ دو تاکہ مسلمانوں کے زخموں پر مرہم رکھا جائے

پریس ریلیز

حزب التحریر ولایہ پاکستان نے ملک بھر میں روہنگیا مسلمانوں کی حمایت میں مظاہرے، عوامی مقامات پر بیانات اور باثر افراد سے رابطے کی مہم چلائی۔ حزب التحریر ولایہ پاکستان مندرجہ ذیل عملی اقدامات کا مطالبہ کرتی ہے:

1۔ اسلام آباد میں میانمار کے سفارتی مشن کو بند کیا جائے ، میانمار رنگون سے پاکستان کے سفارتی مشن کو واپس بلایا جائے اور ساتھ ہی ساتھ میانمار کے خلاف اعلانِ جنگ کیا جائے۔

2۔ جنگی طیارے جے ایف 17 تھنڈر کی فروخت کے معاہدے اور اس کی میانمار میں لائسنس کے تحت پیداوار کے لیے ہونے والی بات چیت کو ختم کرنے کا اعلان کیا جائے۔

3۔ پاکستان کے ایٹمی اثاثوں کے استعمال کرنے کی تیاری کی جائے تا کہ بھارت کو واضح پیغام چلا جائے جو مسلمانوں کے خلاف دشمنی میں میانمار کا اتحادی بن رہا ہے۔

4۔ ہنگامی حالت کا اعلان کیا جائے اور اگلے چھ مہینوں کے لیے پاکستان کے نوجوانوں کو بنیادی فوجی تربیت فراہم کرنے کا اہتمام کیا جائے۔

5۔ بنگلادیش کے کمزور اور نا اہل حکمرانوں سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ میانمار کی سرحد کے ساتھ واقع بنگلادیشی فوجی اڈوں کو ہمارے ایلیٹ کمانڈوز (ایس ایس جی)، انفنٹری، آرمی ایوی ایشن اور بکتر بند دستوں کے استعمال کے لئے مہیا کریں تا کہ بنگلادیش کی معزز مسلم افواج کے شانہ بشانہ ،ہم مسلمان، مل کر مشرک دشمن کا مقابلہ کریں۔

اے پاکستان کے مسلمانو! حزب التحریر ولایہ پاکستان کی جانب سے مشرک میانمار کے خلاف عملی اقدامات آپ کے سامنے پیش کر دیے گئے ہیں۔ اب آپ پر لازم ہے کہ آپ ان قدامات کے مطالبے کو ہماری فوج اور اس کے افسران تک پہنچائیں۔ آپ میں موجود خیر روزِ روشن کی طرح عیاں ہے اور آپ کے پاس ایسی فوج ہے جس کا نعرہ "ایمان، تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللہ" ہے۔ آپ پر لازم ہے کہ آپ اس بات کو یقینی بنائیں کہ ان عملی اقدامات کا مطالبہ ہر اس فوجی افسر تک پہنچے جسے آپ جانتے ہیں۔

اے افواج پاکستان کے شیرو! حزب التحریر ولایہ پاکستان میانمار کے قصائیوں کی شیطانیت اور درندگی کے خلاف آپ کے دلوں میں لگنے والی آگ کی حرارت کو محسوس کر رہی ہے۔ ہمیں آپ کی رغبت اور صلاحیت پر مکمل بھروسہ ہے۔ خود کو کمزور حکمرانوں کی زنجیروں سے آزاد کرائیں اور وہ کامیابی حاصل کریں جس کی امت شدید خواہش رکھتی ہے، اور امت کی ڈھال خلافت کے خاتمے کے بعد سے آج تک ایسی کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ آج امت کو آپ کی شدید ضرورت ہے تو اس کے ساتھ وفاداری کا ثبوت دیں اور اس کے دشمنوں پر غلبہ حاصل کریں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا، ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ* وَمَنْ يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ﴾ "تمہارا دوست خود اللہ ہے اور اس کا رسول ہے اور ایمان والے ہیں- جو نمازوں کی پابندی کرتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں اور وہ رکوع کرنے والے ہیں۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے اور مسلمانوں سے دوستی کرے وہ یقین مانے کہ اللہ تعالیٰ کی جماعت ہی غالب رہے گی" (المائدہ:56-55)

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس

پیر 20 ذی الحج 1438 ہجری

11 ستمبر 2017

حزب التحریر ولایہ پاکستان کے روہنگیا مسلمانوں کی حمایت میں مظاہرے

مسلم دنیا میں اردو بولنے والوں کے لیے

حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس کی اردو ویب سائٹ

www.hizb-ut-tahrir.info/info/urdu.php

حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس کی ایک اردو ویب سائٹ ہے جس کو www.hizb-ut-tahrir.info کے ذریعے دیکھا جاسکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی امت میں اردو بولنے، لکھنے اور سمجھنے والے کروڑوں مسلمانوں کے لئے یہ اردو ویب سائٹ معلومات حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ اس ویب سائٹ پر پوری مسلم دنیا میں خلافت کے قیام کے لیے کام کرنے والی جماعت حزب التحریر کی انڈونیشیا سے لے کر مراکش تک مختلف ولایات کی جانب سے جاری کی گئیں پریس ریلیز زاور لیفلٹ دیکھے جاسکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس ویب سائٹ پر مسلم دنیا میں حزب التحریر کی خلافت کے قیام کی زبردست جدوجہد کے حوالے سے تحریریں، تصاویر، آڈیوز اور ویڈیوز بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اس ویب سائٹ کے ذریعے حزب التحریر کے امیر، مشہور رہنما اور فقیہ، شیخ عطا بن خلیل ابو الرشتہ سے سوالات بھی پوچھے جاسکتے ہیں۔

یقیناً اردو زبان کی موجودگی خلافت کا تحفہ ہے کیونکہ یہ زبان ریاستِ خلافت کی مسلم افواج کی فوجی چھاؤنیوں میں وجود میں آئی تھی جن میں ترکی، فارس، عرب اور برِصغیر پاک و ہند سے تعلق رکھنے والے مسلمان موجود ہوتے تھے۔ درحقیقت لفظ اردو ترک زبان کا لفظ ہے جس کے معنی "لشکر" کے ہیں۔ آج کے دن تک اردو کا رسم الخط، اس کے الفاظ اور طرزِ تحریر قرآن اور خلافت کی سرکاری زبان عربی پر بے حد انحصار کرتی ہے۔

حزب التحریر ولایہ پاکستان اردو زبان استعمال کرنے والے صحافیوں، میڈیا اور سوشل میڈیا کو اس بات کی دعوت دیتی ہے کہ وہ حزب التحریر کی جدوجہد اور کام سے مسلسل آگاہی کے لیے اس بہترین ویب سائٹ کو استعمال کریں۔

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس